پیشوا انٹرنیشنل

اردو زبان میں لندن سے شائع ہونے والا منفرد سہ ماہی رسالہ

جلد5۔شمارہ3۔جولائی تا ستمبر 2018ء۔زیرادارت رانا محمد حسن خاں

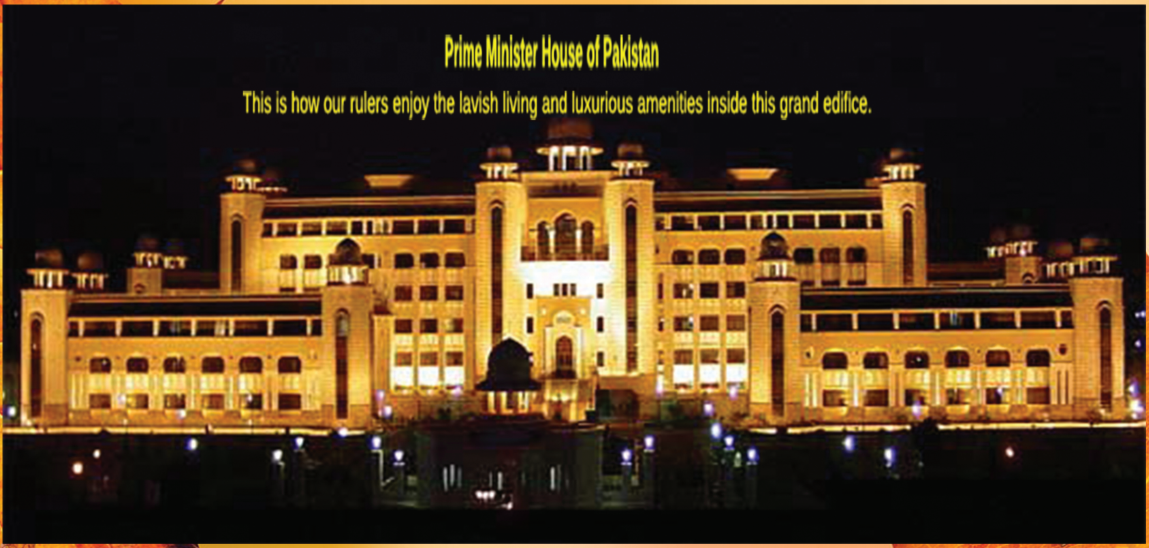

2 London Road, SM4 5BQ , Morden Surrey
Tel:020 36747009 , Mobile: 07792998973
Email: peshwaltd@gmail.com
www.peshwa.co.uk

RH DREAM EVENTS LIMITED

RH Dream Weddings

TEL: 020 3674 7909 MOB: 077 9299 8973

- Venue Hire
- Decoration
- Catering
- Cutlery & Crockery
- Service Staff

BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER

Package Price

- Event Management
- Cinematic Videography
- Photography
- DJ-Dhoolchi
- Chauffeur Service

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Tel. 020 3674 7909 - Mob. 077 9299 8973 (Mon-Fri 10:00 - 17:00)
Email: info@rhacs.co.uk - Web: www.rhdreamweddings.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

چیف ایڈیٹر　رانا محمد حسن خاں

نائب ایڈیٹر　محمد ثاقب رشید　مارکیٹنگ مینیجر　رانا عبدالصمد خاں　سرورق　محمد سلیم انصاری

خصوصی تعاون آر۔ایچ ایکسیڈنٹ کلیم سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس شمارہ میں

آیات قرآن الحکیم۔حدیث النبیؐ۔مشعل راہ (''خاوند کی محبت اور گھر کی سکینت'') 2

اداریہ ''گاڑیوں، بھینسوں سے اردو تقریر تک'' 3

پروفیسر ڈاکٹر عاطف میاں اور حکومتی قلابازیاں 4

''غزل کی صنف دائرہ اسلام سے خارج ہے'' 6

ریاست مدینہ ''پہلی بھی تھی اور آخری بھی'' 7

کشور کشائی اور فتویٰ گری 11

مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط 6) 13

کرپشن کا عفریت ''دور کیوں اس قدر سویرا ہے'' 18

اگر مختون ہے تو مسلمان ہے ورنہ کافر! 20

پاکستان کے دلکش سیاحتی مقامات 21

باتبصرہ خبریں: گورنر ہاؤس اور عوام۔جج، فوج اور احتساب۔ 22

کلثوم نواز مادر جمہوریت۔عمران خان کا کتا ''موٹو'' 23

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا محبوب شہر ''مدینہ منورہ'' (2) 24

تاحیات نااہلی 27

تربیت اولاد کے دس سنہری گر 30

سائنسدانوں کی ناقابل یقین دھوکے بازیاں 32

ہومیو پیتھک نسخہ جات (معدہ کی بیماریاں 2) 36

شمائل نبوی ﷺ (قسط 3) 38

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 15) کیمونسٹ بکریاں اور مسلمان مرغیاں۔کرسچین کافر نہیں ہوتا۔حرام جھٹکے والا گوشت۔مرزائی مجسٹریٹ حمل کی مدت۔''مولانا''۔کلمہ کی توہین۔مسجد کے حجرے میں۔محرم، کربلا اور ہم۔مساج سینٹر اور مولوی۔ 41

''مَیں اپنے افسانوں میں تمہیں پھر ملوں گا'' (منشا یاد) 44

شعر و شاعری: امتہ الباری ناصر صاحبہ۔عبیداللہ علیم۔ساحرؔ لدھیانوی۔میر تقی میرؔ۔کلیم عاجزؔ۔رضی اختر شوق۔اظہر عنایتی۔احسان دانشؔ۔مرزا محمد افضل۔ثاقبؔ زیروی۔عبدالمنان ناہیدؔ۔جمشیدؔ اعظم چشتی 47

PESHWA MAGAZINE INTERNATIONAL

2.London road Morden Surrey SM4 5BQ. UK

Tel.020.36747909. E-mail. peshwaltd@gmail.com

قیمت فی شمارہ 1 پاؤنڈ ... سالانہ ممبر شپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈ یورپ 18 یورو آسٹریلیا و امریکہ 25 پاؤنڈز

www.peshwa.co.uk

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمنِ الرَّحِيۡمِ.

آیت قرآن الحکیم

يَا أَيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُوا لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّن قَوۡمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيۡراً مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيۡراً مِّنۡهُنَّ وَلَا تَلۡمِزُوا أَنفُسَكُمۡ وَلَا تَنَابَزُوا بِالۡأَلۡقَابِ بِئۡسَ الاِسۡمُ الۡفُسُوقُ بَعۡدَ الۡإِيۡمَانِ وَمَن لَّمۡ يَتُبۡ فَأُوۡلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ .

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بری بات ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔　　(سورۃ الحجرات۔ آیت ۱۲)

حدیث النبی ﷺ

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:۔

انما مثل الجليس الصالح والجليس السوء كحامل المسك ونافخ الكير فحامل المسك اما ان يحذيك واما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ريحا طيبة و نافخ الكير اما ان يحرق ثيابك و اما ان تجد ريحا خبيثة۔

(ترجمہ): اچھے ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال مشک اُٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی سی ہے۔ خوشبو والا یا تو تجھے (خوشبو) دے دے گا یا تو اس سے خرید لے گا یا کم از کم تجھے اس سے اچھی خوشبو تو آجائے گی اور بھٹی جھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے اس سے بُو آئے گی۔　　(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۷۶۸)

مشعل راہ۔ ''خاوند کی محبت اور گھر کی سکینت''

ہمارے حبیب آقا رسول اللہ ﷺ کا مقدس ارشاد ہے کہ: **خير كم خير كم لاهله و انا خير كم لاهلی۔** یعنی ''تم میں سے خدا کے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہے اور (خدا کے فضل سے) میں تم سب میں اپنے اہل کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔'' اس حدیث کی تشریح میں چالیس جواہر پارے کے صفحہ ۸۹ پر لکھا ہے:۔

''کوئی شریف بیوی کسی نیک مسلمان کے گھر میں دکھ کی زندگی میں مبتلا نہیں ہوسکتی اور حق یہ ہے کہ اگر عورت کو خاوند کی طرف سے سکھ ہو تو وہ دنیا کی ہر دوسری تکلیف کو خوشی سے برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے اور اس سکھ کے مقابلہ میں کسی شریف عورت کے نزدیک دنیا کی کوئی اور نعمت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ لیکن اگر ایک عورت کے ساتھ اس کے خاوند کا سلوک اچھا نہیں تو خاوند کی دولت بھی اس کے لیے لعنت ہے۔ خاوند کی عزت بھی اس کے لیے لعنت ہے، خاوند کی صحت بھی اس کے لیے لعنت ہے کیونکہ ان چیزوں کی قدر صرف خاوند کی محبت اور گھر کی سکینت کے میدان میں ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس اس میں ذرہ بھر بھی شک کی گنجائش نہیں کہ آنحضرت ﷺ کا یہ مبارک ارشاد گھروں کی چار دیواری کو جنّت بنا سکتا ہے۔''

اداریہ

گاڑیوں، بھینسوں سے اردو تقریر تک

جو کچھ نظر پڑے ہے حقیقت میں کچھ نہیں | عالم میں خوب دیکھو تو عالم ہے خواب کا

پاکستان کی عوام نے جناب عمران خان کو اپنا نیا وزیرِ اعظم منتخب کرلیا ہے۔ عمران خان نے پاکستانی قوم سے تبدیلی لانے کے وعدے پر ووٹ لیے ہیں۔ عمران خان کو اب جبکہ حلف اٹھائے ایک مہینہ اور کچھ دن اوپر ہو چکے ہیں، بہت کچھ انکی کارکردگی پر کہا جا سکتا ہے، گو زیادہ کہنے کا موقع حکومت کے ایک سو دن مکمل ہونے پر ہی ملے گا۔ عمران خان نے قوم کو اتنے سنہرے خواب دکھائے ہیں کہ عوام دن رات انہیں کے متعلق سوچتے اور باتیں کرتے ہیں، جذبات کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر پی ٹی آئی کے ووٹروں یا حمائتیوں کو یہ بتانے کی کوشش کی جائے کہ ایک کروڑ نوکریوں اور پچاس لاکھ مکانات بنانے کی بات قابل عمل نہیں تو ان کا ردعمل اتنا شدید ہوتا ہے کہ سمجھانے والا بھاگنے پر یا خاموش ہو جانے پر خود کو مجبور پاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امید پر دنیا قائم ہے مگر ایسی امید جس کے پورا ہونے کا امکان صفر ہو اس پر فریفتہ ہونا دانائی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی' یعنی عقل مند آدمی ایسا کام ہی کیوں کرے کہ بعد میں پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے۔'' یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ حکمرانوں کے بدلنے سے کبھی تبدیلی نہیں آ سکتی، انسانوں کی سوچ بدلنے سے تبدیلی آتی ہے۔ لیڈر وہی ہوتا ہے جو قوم کی سوچ کو منفی سے مثبت سوچ میں تبدیل کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ اور ایسی شاندار قوت کے اولین مصداق انبیاء کرام ہوتے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ریاست مدینہ کی طرز پر اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا خواب قوم کو دکھا کر گمراہ کرنا بھی اول درجہ کا ظلم ہے۔ جب ریاست مدینہ بنانے کے لیے عمران خان سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ آئین پاکستان کو بھی غیر اسلامی قوانین سے آزاد کروا کر اسلامی بنائیں گے تو ان کا جواب ناں میں ہوتا ہے۔ شاید عمران نے ریاست مدینہ کی بات ابن رشد کے اس قول سے اخذ کی ہے کہ '' جاہلوں! پر حکمرانی چاہتے ہو تو ''مذہب'' کا غلاف اوڑھ لو۔'' ابھی تک عمران خان کے تمام اقدامات بچگانہ دکھائی دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر عمران نے کہا تھا کہ کوئی وزیر پہلے تین ماہ میں بیرون ملک دورے پر نہیں جائے گا۔ سرکاری ہوائی جہاز استعمال نہیں کرے گا اور نہ ہی فرسٹ کلاس میں سفر کرے گا۔ مگر پہلے مہینے ہی میں یہ وعدے ہوا ہو گئے۔ پروٹوکول کو بھی برا سمجھ کر ترک کرنے کا فیصلہ تھا مگر پی ٹی آئی کے وزراء محدود پروٹوکول کو لینا حالات کی مجبوری بتاتے ہیں۔ معیشت کی بہتری، صحت اور تعلیم کی بہتری کے وعدے بھی پورا کرنے کے لیے کوئی واضح پروگرام دینے میں بھی حکومت تا حال کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ معیشت کو ٹھیک کرنے کے لیے عوام پر ہی بوجھ ڈالا گیا ہے، مہنگائی میں ایک مہینے میں پچاس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ گیس کی قیمتوں میں اضافہ نے لوگوں کو بے چین کر دیا ہے۔ لطیفہ یہ ہے کہ اسد عمر کہتے ہیں کہ غریب عوام کے لیے دس سے بیس فیصد اور امیروں کے لیے ۱۴۳ فیصد گیس مہنگی کی گئی ہے۔ کوئی اس دانا سے پوچھے کہ کیا امیر افراد اضافی رقم عوام سے نہیں بٹوریں گے۔ اب گیس سلنڈر بھی غریب عوام کے لیے ۶۵ روپے مہنگا اور بزنس کرنے والوں کے لیے دو سو پینتالیس روپے مہنگا کر دیا گیا ہے۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے سوائے یہ بتانے کے کہ مدارس سمیت تمام اسکولوں میں یکساں بنیادی نصاب تعلیم رائج کریں گے، تمام اداروں کو ایک سرکاری ادارہ اسناد جاری کرے گا کچھ نہیں کیا ہے۔ اس کے جواب میں مولانا فضل الرحمان کہہ چکے ہیں کہ '' دینی علوم کے نصاب میں مداخلت کو نہیں مانیں گے۔'' ڈیم فنڈ کے نام پر بھی عوام سے رقم بٹوری جا رہی ہے، تمام دھما چوکڑی کے بعد ساڑھے تین ارب روپے اکٹھے کر لیے گئے ہیں، صرف ۳۴ کروڑ روپے بیرون ملک مقیم پاکستانیوں نے ڈیم فنڈ میں جمع کروا کر اپنی بیزاریت کا اظہار کر دیا ہے۔ یاد رہے ڈیم بنانے کے لیے ۱۴۰۰ ارب روپے درکار ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی افغانستان و سعودی عرب سے شروع ہو کر چین پر آ کر ختم ہو جاتی ہے، امریکہ اور یورپ شاید عمران کی تسبیح دیکھ کر انہیں مولوی سمجھ کر شک کرتے ہیں، ویسے عمران اپنی اداؤں سے نجانے کیوں متکبر سے لگتے ہیں۔ حکومت ابھی تک کی اچھی باتوں میں قیمتی گاڑیوں اور بھینسوں کی نیلامی اور وزیر خارجہ کی سلامتی کونسل میں اردو زبان میں تقریر کرنا اول نمبر پر ہیں۔ افغانیوں اور بنگالیوں کے متعلق اچھی سوچ بچار اچھا قدم ہے مگر پاکستان جس میں شہریت رکھنے والی اقلیتیں زندہ بھٹی میں جلائی جاتی ہیں، وہاں کوئی بھی اچھا کام کرنا آسان نہیں ہے۔ بھارت سے کشیدہ تعلقات کی وجہ بھی نئی حکومت کی عجلت اور غیر دانشمندانہ رویہ ہی بنا ہے۔ شاید حکومت کے اس طرح کے اقدامات کو دیکھتے ہوئے اینکر پرسن کاشف عباسی نے کہا ہے کہ اس طرح کی حکومت چھ ماہ ہی چلے گی۔ اللہ ہم پر رحم کرے۔

پروفیسر ڈاکٹر عاطف میاں اور حکومتی قلابازیاں

تحریر: ابن رانا محمد خاں

پروفیسر ڈاکٹر عاطف میاں کے معاملے پر پاکستان تحریک انصاف کا رویہ منفی سوچ کا عکاس ہے۔ بلاشبہ عاطف میاں کو معاشی مشیر بنانا احسن فیصلہ تھا۔ ان کے احمدی ہونے کی بنا پر مولویوں کی جانب سے ہونے والی مخالفت پر وزیر اطلاعات جناب چوہدری فواد صاحب کا نپا تلا جاندار بیان مثبت سوچ رکھنے والوں کے لیے ایک خوشگوار جھونکا تھا۔ فواد چودھری نے اپنے بیان میں نہایت واضح طور پر مولویوں کو منہ توڑ جواب دیا تھا۔ جناب نے کہا تھا:۔

''ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ساتھ بسنے والی اقلیتوں کی حفاظت، احترام اور عزت کرے۔ عاطف میاں پر جو لوگ اعتراض کر رہے ہیں وہ بنیادی طور پر انتہا پسند ہیں اور ہمیں انتہا پسندوں کے سامنے بالکل نہیں جھکنا چاہیے۔ اکنامک ایڈوائزری کونسل میں اسے لگایا گیا ہے جسے اگلے پانچ سال میں نوبل پرائز ملنے والا ہے۔''

مگر جب مولوی خادم حسین رضوی جیسے نام نہاد مولویوں نے غیر مہذب اور نامعقول انداز میں بدتمیزی کی تو حکومت پسپا ہوگئی۔ حکومت کی پسپائی اس لحاظ سے بھی قابل شرم ہے کہ خادم رضوی جیسے مولویوں کو اس بدترین یوٹرن کی بنیاد پر کھل کھیلنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ اسی رضوی نے عمران کو دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا:۔

''میاں عاطف کو فی الفور دفع کرو، ورنہ اس کے ساتھ تمہیں بھی دفع ہونا پڑے گا۔ عمران نیازی، چُوڑے تمہیں شعور نہیں!!''

اور حکومت نے اپنے ناتواں گھٹنے ٹیکتے ہوئے فی الفور کہہ دیا کہ ''عاطف میاں کی مشاورتی کمیٹی سے نامزدگی فی الفور واپس لے لی جائے، حکومت علماء اور تمام معاشرتی طبقہ کو ساتھ لے کر ہی آگے بڑھنا چاہتی ہے۔''

اور وہی فواد چودھری جو عاطف میاں کی نامزدگی پر مخالفت کرنے والوں کو ''انتہا پسند'' کہہ رہے تھے، انہوں یوٹرن لیتے ہوئے صاف کہہ دیا: ''وزیر اعظم اور ان کی کابینہ کے اراکین عاشقان رسول کریم ﷺ کہلاتے ہیں۔''

اور اس نامعقول اور غیر دانشمندانہ فیصلہ نے عمران خان کی سابقہ بیوی جمائما خان کو بھی یہ کہنے پر مجبور کر دیا۔

''فیصلہ ناقابل دفاع اور مایوس کن ہے، نئی حکومت پاکستان نے معروف ماہر اقتصادیات کا نام ان کے مذہبی عقیدے کی وجہ سے واپس لیا۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے ایک احمدی کو وزیر خارجہ مقرر کیا تھا۔''

اکنامک ایڈوائزری کونسل میں پروفیسر ڈاکٹر عاطف میاں کے علاوہ دو اور معاشی ماہرین کو بیرون ملک سے شامل کیا گیا تھا۔ عاطف میاں کے استعفیٰ کے بعد جناب عاصم خواجہ نے رکنیت سے مستعفی ہوتے ہوئے لکھا تھا کہ ''مَیں نے اقتصادی مشاورتی کونسل سے استعفیٰ دے دیا ہے، یہ فیصلہ میرے لیے بہت تکلیف دہ اور افسردہ کن تھا۔ یہ بہت نادر موقع تھا کہ اینالیٹکل ریزننگ میں معاونت کر سکتا لیکن جب ایسی اقدار پر سمجھوتہ کیا جائے گا، تب نہیں۔ ذاتی طور پر بحیثیت مسلمان مَیں عاطف میاں کو ہٹائے جانے کے اقدام کا جواز تلاش نہیں کر سکتا۔''

اسی طرح جناب عمران رسول صاحب نے استعفیٰ دیتے ہوئے لکھا:

''آج صبح بوجھل دل کے ساتھ مَیں نے اقتصادی مشاورتی کونسل سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ عاطف کو جن حالات میں عہدے سے مستعفی ہونے کے لیے کہا گیا مَیں ان سے قطعاً اتفاق نہیں کرتا۔ مذہب کی بنیاد پر فیصلے میرے اصولوں اور اقدار کے خلاف ہیں جو مَیں اپنے بچوں کو سکھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اقتصادی مشاورتی کونسل میں ایسا اگر کوئی ماہر تھا جس کی پاکستان کو ضرورت تھی تو وہ عاطف میاں تھا۔''

اس کے بالمقابل نام نہاد دانشور ڈاکٹر دانش صاحب نے حکومت سے

مطالبہ کر دیا کہ ''فواد چودھری کو بھی اہم عہدے سے ہٹایا جائے جس نے کروڑوں عاشقان رسول ﷺ کو انتہا پسند کہا۔''

شاید ڈاکٹر دانش کو جواب دیتے ہوئے یا ڈاکٹر دانش کی دانش کا پول کھولنے کے لیے کامران خان نے کہا تھا۔

''بہت ہی افسوس ناک دن ہے آج قائداعظم محمد علی جناح کے پاکستان نے اقلیتوں کے لیے اپنے دروازے بند کر دیے۔''

جناب انور لودھی نے کہا تھا کہ:۔

''میاں عاطف پر پی ٹی آئی ایسا جوا کھیل رہی ہے جس میں اس کی ہار یقینی ہے۔''

گزشتہ دنوں عمران خان نے مذاکرات کی درخواست رد کیے جانے پر بھارت کو مخاطب کرتے ہوئے بلکہ کہنا چاہیے کہ مودی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:۔

''بھارت کا منفی اور متکبر رویہ باعث افسوس ہے۔اپنی پوری زندگی میں نے ادنیٰ لوگوں کو بڑے بڑے عہدوں پر قابض ہوتے دیکھا ہے۔یہ لوگ بصارت سے عاری اور دور اندیشی سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔''

کسی زمانے میں عمران خان نے شیخ رشید کے متعلق کہا تھا کہ ''میں تو اسے اپنا چپڑاسی بھی نہ رکھوں۔'' وہی شیخ رشید آج ان کی حکومت میں وفاقی وزیر ریلوے ہیں۔شیخ رشید کہتے ہیں کہ ''عاطف میاں کو ہٹانے میں میرا اور وزیر مذہبی امور کا دخل ہے،خواہش تھی کہ جمعہ سے پہلے ہو جائے۔''

کیا کہیں گے عمران خان،ان کی خواہش پر،کہیں آپ نے ان کی خواہش کو پورا کر کے بصارت سے عاری کام تو نہیں کیا؟ ویسے چپڑاسی یا وزیراعظم جیسے سرکاری ملازموں کو ادنیٰ کہنا ہم بہرحال پسند نہیں کرتے کیونکہ بندہ ادنیٰ تب کہلاتا ہے جب وہ گری ہوئی بات یا دور اندیشی سے یکسر محروم بات کرے۔

بدقسمتی اور بدنصیبی ہوتی ہے اس عوام کی جن کا وزیراعظم اور وزراء سطحی سوچ کے حامل ہوں اور ان کے **فیصلے دور اندیشی سے یکسر محروم ہوں۔**

وزیراعلیٰ پنجاب عثمان بزدار نے کہا ہے کہ:۔

''تحریک انصاف مساوی انسانی حقوق پر یقین رکھتی ہے،اقلیتوں کو آئین کے مطابق برابر حقوق دیں گے۔'' ہمیں تو حیرت ہوتی ہے کہ سیاستدان جھوٹ ایسے بولتے ہیں جیسے اللہ کو جان نہیں دینی۔عاطف میاں کے معاملہ میں یہ ثابت کرنے کے بعد کہ عقیدہ کے اختلاف پر کسی قابل ترین پاکستانی کو بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا جا سکتا۔آئین پاکستان،اقلیتوں اور خاص طور پر احمدیوں کے انسانی حقوق غصب کیے بیٹھا ہے اور حکمران کہتے نہیں تھکتے کہ اقلیتوں کو آئین کے مطابق حقوق دیں گے۔سچ کہا تھا جالبؔ نے

حکمراں ہیں جب تلک یہ بے درد
اس زمیں کا چہرہ رہے گا زرد

توجہ فرمائیں

پیشوا ادارہ کا کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں ہے۔پیشوا ادارہ تمام سیاسی و مذہبی شخصیات کا تہہ دل سے احترام کرتا ہے مگر ان کے غلط نظریات اور افکار کو بیان کرنے کی قارئین کو اس غرض سے اجازت دیتا ہے تاکہ متذکرہ شخصیات اپنی اصلاح کر سکیں۔اگر کوئی شخص سمجھے کہ اسے غلط طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو وہ بھی حق رکھتا ہے کہ وہ بھی ناقدین کی اصلاح کے لئے اپنا موقف پیش کرے اور ادارہ ایسے مضامین کو شائع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ادارہ پیشوا بلاتفریق مذہب و ملّت خدمت کا دعوے دار ہے۔سبھی رسالہ میں اپنے افکار اور خیالات کا اظہار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ادارہ پیشوا اُن تمام قلمکاروں کو دعوت دیتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ وہ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ادارہ اپنے قارئین کی آراء اور مشوروں کا منتظر ہے۔آپ کے کی تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا اور قارئین کی آراء پر غور بھی کیا جائے گا۔انشاءاللہ۔(ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل)

”غزل کی صنف دائرہ اسلام سے خارج ہے“

مشہور کالم نگار جناب عطاالحق قاسمی اپنے ایک مضمون ”شریف خواتین تغزل کی غلط روش کے خلاف آواز اٹھائیں“ میں لکھتے ہیں:۔

بہت عرصہ پہلے میں نے ایک صاحب اصغر بن ابراہیم کا ایک مضمون ”شریف خواتین تغزل کی غلط روش کے خلاف آواز اٹھائیں“ کے عنوان سے پڑھا اور دل کو ٹھنڈ پڑ گئی، سو اس پر مَیں نے ایک کالم لکھا، دراصل شاعری میں غزل کی صنف خود مجھے بری طرح کھٹکا کرتی تھی، کیونکہ اس میں نا صرف خواتین کے حسن و جمال کے تذکرے ہوتے تھے بلکہ غزل کے شاعروں نے تو پردہ دار بیبیوں تک کو نہیں بخشا

داورِ حشر مرا نامہ اعمال نہ دیکھ
اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں

چنانچہ مَیں دعا کیا کرتا تھا کہ یا خدا! کوئی ایسا بندہ بھیج جو ان شعراء کا مکھو ٹھپے۔ سو خدا نے میری سنی اور اصغر بن ابراہیم نامی ایک شخص کو یہ توفیق دی کہ وہ ساری کلاسیکی اور آج کی غزل پر جھاڑو پھیر دیں اور یوں شاعری کے صحن کی صفائی کریں۔ موصوف نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ ”بلاشبہ غزل دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“ نیز یہ کہ ”یہ تغزل ہی کا نتیجہ ہے کہ عورتیں اپنی تعریف سننے کے لیے بے پردگی کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔“ چنانچہ اصغر بن ابراہیم صاحب نے ”نیک سیرت عورتوں کا دینی فریضہ“ یہ بتایا کہ وہ تغزل کی اس غلط روش کے خلاف آواز اٹھائیں۔۔۔۔انہوں نے شاعری کے عدم جواز کے لیے شرعی دلائل ڈھونڈنے کی خاطر مطالعے کا آغاز کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اگرچہ قرآن وحدیث میں شاعری کی واضح ممانعت نہیں ہے، تاہم یہ جو غزل کی صنف ہے یہ بہرحال دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ اس میں ”عورتوں سے باتیں“ کی جاتی ہیں۔۔۔۔

(کالم نگار عطاالحق قاسمی ۶ دسمبر ۲۰۱۲ء)

سوشلسٹ اقدار اور اسلامی اقدار

خلافت تحریک کی تحریک پر ہزاروں لوگوں نے ہجرت کر کے اپنا جانی اور مالی نقصان کیا۔ کچھ لوگ افغانستان سے ہوتے ہوئے روس بھی پہنچے اور ہندوستان واپسی پر اپنے ساتھ روسی انقلاب کا شوشہ بھی لے آئے۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے تو اپنے مضامین میں سوشلسٹ اقدار اور اسلامی اقدار کو ایک دوسرے کے بہت قریب قرار دیتے رہے۔ مولانا حسرت موہانی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ Soviet دراصل عربی لفظ سَوِّیَت سے نکلا ہے جس کے معنی برابری کے ہیں۔ اور یوں مولانا حسرت موہانی کیموزم کا رشتہ اسلام سے جوڑ دیتے ہیں۔

معزز قارئین! خدائی فوجدار، خاکسار، احرار، جمیعتہ علمائے ہند، جماعت اسلامی اور مومن برادری وغیرہ بہت سے تحریکیں اسلام کے نام پر بے بس، بھوکے ننگے لوگوں کو بیوقوف بنا کر اپنا اُلو سیدھا کرتی رہیں ہیں۔ ہمیں تو سمجھ نہیں آتی کہ یہ علماء انگریزوں کے خلاف تھے، انگریزی کے خلاف تھے، کالج کے خلاف تھے، سائنسی ایجادات کے خلاف تھے، مسلم لیگ کے خلاف تھے، قائداعظم کے خلاف تھے، پاکستان کے بھی خلاف تھے تو تھے کس کے حق میں؟ ہم اگر یہ کہہ دیں کہ یہ مولانا حضرات دراصل کسی کے خلاف نہ تھے بلکہ اسلام کے خلاف تھے، بے جا نہ ہوگا۔

(نقش حیات از مولانا حسین احمد مدنی سے ماخوذ)

ریاست مدینہ پہلی بھی تھی اور آخری بھی

تحریر: ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

میرے ایک قدیمی بزرگ دوست ہیں، جن سے وزیراعظم عمران خان کے قوم اور پھر پی ٹی آئی کی پارلیمانی پارٹی سے پہلے خطاب کے معاً بعد فون پر رابطہ ہوا تو انہوں نے کچھ ایسی باتیں کہہ ڈالیں جن کے بعد وہ میرے لئے نہ تو بزرگ رہے اور نہ ہی دوست، اور یہ بات میں نے انہیں صاف صاف بتا بھی دی۔ اس کے بعد بہت سے ٹیکسٹ میسجز اور مِس کالز کے بعد انہیں دیا گیا ''بزرگ'' کا درجہ تو میں نے ان کی عمر کی وجہ سے مجبوراً بحال کر دیا لیکن دوستی کا تعلق تاحال کھچ کھچ کا شکار ہے۔

ہوا کچھ یوں کہ فون ملاتے ہی سلام دعا کے بغیر بس جھٹ سے بول اٹھے کہ ''پاکستان میں ریاستِ مدینہ کسی کا باپ بھی نہیں بنا سکتا۔ ریاستِ مدینہ تو بس ایک ہی تھی اور وہی پہلی بھی تھی اور آخری بھی''۔ میں نے کہا: لیکن عمران خان نے تو پوری قوم ہی نہیں پوری دنیا کے سامنے یہ وعدہ کیا ہے اور اپنے ممبران پارلیمنٹ سے بھی کہہ دیا ہے کہ وہ قوم سے ریاست مدینہ کا وعدہ کر کے آئے ہیں۔

کہنے لگے کہ اس قسم کا وعدہ یا دعویٰ تو کسی خلیفہ راشد نے بھی نہیں کیا تھا، اگر کیا ہو تو بتاؤ۔ عمران نیازی کس کھیت کی مولی ہے۔

میں نے کہا کہ عمران خان نے یہی تو اپنی تقریر میں کہا ہے کہ وہ ہر انہونی کو ہونی کر کے دکھا دیتے ہیں، پاکستان کے لئے ورلڈ کپ جیتنا ناممکن بتایا جاتا تھا، انہوں جیت کر دکھایا، خیراتی کینسر ہسپتال بنانا ناممکن بتایا جاتا تھا، انہوں بنا کر دکھا دیا، ٹو پارٹی سسٹم میں بریک تھرو کرنا ناممکن بتایا جاتا تھا، انہوں نے تھرڈ پارٹی کو جتوا کر دکھا دیا۔ یہی تو وہ کہہ رہے تھے کہ جو کام لوگ ناممکن بتاتے ہیں وہ اپنے عزم صمیم سے ممکن کر کے دکھا دیتے ہیں۔

بولے کہ میں پھر بھی یہی کہوں گا اور عمران خان کے عزم صمیم سے بھی لاکھوں گنا پختہ اور محکم طور پر یہ بات پھر دوہراتا ہوں کہ پاکستان میں ریاست مدینہ عمران خان سمیت کسی کا باپ بھی نہیں بنا سکتا۔ تم نے کرکٹ کی بات کی ہے تو یہ بھی سن لو کہ مفتی مختار احمد نعیمی گجراتی مدظلہ نے کرکٹ میچ دیکھنے والے کو بھی دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہوا ہے۔ کجا یہ کہ میچ کھیل کر ورلڈ کپ جیتنے والے، وہ تو میچ دیکھنے والوں سے بھی زیادہ پکے کافر ہوئے نا۔

ان کے اولین بیان کی مزید وضاحت طلب کی تو جواب میں جو نان اسٹاپ تقریر جھاڑی اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ اول تو پیغمبر اسلام اس دنیا میں کوئی دنیاوی ریاست وغیرہ قائم کرنے آئے ہی نہیں تھے۔ وہ ان کے اپنے الفاظ کے مطابق مکارمِ اخلاق کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔ پورے قرآن میں کہیں بھی ریاست مدینہ کا ذکر ہے نہ کسی حدیث میں نہ کسی صحابی کی روایت میں نہ کسی خلیفہ راشد کے بیان میں اس ریاست مدینہ کا ذکر ہے۔ مدینہ میں نہ تو مسلمان مسلمان کے خلاف الیکشن لڑا تھا، نہ پیغمبر اسلام کے مقابلہ میں کوئی متحدہ مجلس عمل امیدوار کھڑی ہوئی تھی۔ نہ پیغمبر اسلام یا ان کے بعد کسی خلیفہ راشد نے حکومت کی خواہش کی تھی نہ ووٹ مانگے تھے، نہ ان کے خلاف مسلمانوں کے کسی گروپ نے ''چور چور ووٹ چور'' کے نعرے لگائے تھے۔ نہ ہی پیغمبر اسلام کے دور میں تعزیرات ہند 1905ء وغیرہ یا کوئی سنہ 73ء کی قسم کا نام نہاد متفقہ آئین نافذ تھا جس کو برقرار رکھتے ہوئے پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ نے کوئی حلف اٹھایا تھا۔ کیا عمران خان میں اتنی جرأت ہے کہ وہ تاج برطانیہ کے عطا کردہ قوانین بشمول دفعہ 144 اور دفعہ نمبر 420 نیز کسی بھٹو نام کے شخص کے عطا کردہ آئین پاکستان کو ختم کر دے؟؟۔

میرے کان سرخ ہو چکے تھے۔ اظہار کرتے کرتے رہ گیا کہ معاف کیجئے آپ کی اس قسم کی باتیں سننا بھی گناہ میں شمار ہو سکتی ہیں، لیکن سوچا کہ تاریخی لحاظ سے کہہ تو ٹھیک ہی رہے ہیں۔

مزید بولے کہ اب ایک بات تم سے پوچھتا ہوں۔ اگر پیغمبر اسلام نے ریاست مدینہ بنائی بھی تھی تو یہ تو بتاؤ کہ ان کی ریاست شیعہ تھی یا سنی؟۔

میں نے ابھی اوں آں کی آواز نکالی ہی تھی کہ مزید سوالات کی گویا بوچھاڑ ہی کردی۔ ریاست مدینہ کے مسلمانوں میں سے کتنے دیوبندی تھے اور کتنے بریلوی؟۔ کتنے اسمٰعیلی تھے اور کتنے داؤدی بوہرے؟ کتنے رافضی تھے اور کتنے چکڑالوی؟۔ کتنے وہابی تھے، کتنے مالکی، کتنے حنبلی اور کتنے شافعی؟۔ جب تک یہ دیوبندی بریلوی شیعہ وغیرہ وغیرہ بھانت بھانت کے فرقے موجود ہیں ریاست مدینہ کی ''ر'' بھی نہیں بن سکتی۔ پیغمبر اسلام تفرقے مٹانے آئے تھے۔ فرقے بنانے نہیں۔ ریاست مدینہ میں نہ کوئی مسجد شیعہ تھی نہ سنی۔ وہاں موٹے موٹے پیٹوں والے وہ مولوی موجود نہ تھے جو ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں بھی نہیں پڑھتے۔ خطبہ حجۃ الوداع بھول گئے؟ فرقہ بندی جہنمیوں کا کام ہے۔ عمران خان نے ان جہنمیوں کے لئے ریاست مدینہ بنانی ہے؟۔ لاحول ولا۔۔۔

میں نے بڑی مشکل سے ان کی زبان کاٹتے ہوئے جلدی سے کہا کہ دراصل عمران خان جب ریاست مدینہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد ایک فلاحی مملکت کے قیام کی ہوتی ہے۔ اس کا تعلق کسی فرقے مسلک وغیرہ یا ایمانیات سے نہیں۔۔۔

بولے، تو پھر صاف صاف یوں کہے نا کہ ایک سوشل ویلفیئر سٹیٹ بناؤں گا۔ مدینہ، ریاست مدینہ اور اسلام کو بیچ میں کیوں لاتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ، جن کا عمران خان حوالہ دیتا ہے، صاف صاف فرما گئے ہیں کہ مذہب کو سیاست کے لئے استعمال کرنے والا لعنتی ہوتا ہے۔ اس سے اچھا تو شہباز شریف ہے جو کہتا تھا کہ لندن بنادوں گا، پیرس بنادونگا، کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مدینہ بنادونگا۔

ان کی اس بات پر میں کچھ سنبھلا، کہا کہ بزرگو یہ آپ یہ تقریر بغض عمران خان میں نہیں حبِ شہباز میں تو نہیں فرما رہے؟۔

ناراض ہو کر کہنے لگے کہ اس بات کی مجھے تم سے امید نہ تھی۔ تم مجھے کب سے جانتے ہو۔ لیکن خیر یوں سمجھ لو کہ عمران خان ہو یا کوئی اور، ریاست مدینہ پہلی بھی تھی اور آخری بھی، وہ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے لئے بنی تھی جو نہ شیعہ تھے نہ سنی۔ آج کل کے جہنمیوں کے لئے بہر حال نہیں۔ اور نہ کوئی بنا سکتا ہے۔

میں نے کہا کہ یہ آپ کب سے ٹھیکیدار بن گئے جنت اور جہنم کے۔ جو بھی اسلامی فرقے ہیں سب کلمہ گو ہیں۔ امت کے اختلاف کو تو نبی کریم ﷺ نے رحمت قرار دیا تھا۔

چمک کر بولے اس اختلاف سے نیکی کی راہوں میں سبقت لیجانے میں اختلاف مراد تھا۔ نت نئے مسلک گھڑنے کا اختلاف نہیں۔ پیغمبر اسلام نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ امت کے ایک فرقے کے علاوہ باقی تمام فرقے جہنمی ہونگے۔ جانتے ہو شیعوں نے سنیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہوا ہے، سنیوں نے شیعوں کو، دیوبندیوں نے بریلویوں کو، بریلویوں نے تبلیغیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہوا ہے۔ پاکستان میں یہ سارے غیر مسلم اور زندیق پائے جاتے ہیں۔ ان غیر مسلموں کے ذریعے ریاست مدینہ بنے گی؟۔ اور بنے گی کس کے لئے؟ ان سارے زندیقوں کے لئے؟، جواز روئے فتاویٰ واجب القتل ہیں؟۔

میرے لئے فون بند کرنا بھی مشکل اور انہیں سنتے جانا بھی مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ وہ تھے کہ دل کی ساری بھڑاس بس ایک ہی دن نکال دینے پر تلے ہوئے تھے۔

بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر اسلام نے غیر مسلموں سے میثاق کرکے ان کے لئے بھی ریاستِ مدینہ میں جگہ بنائی تھی لیکن پاکستان میں تو یہ سب کے سب ہی غیر مسلم ہیں، مسلمان تو کوئی رہا نہیں عمران خان کو تو خود یہودی ایجنٹ قرار دیا جا چکا ہے۔ یہودی تو پھر بھی انسان ہیں، ان نام نہاد مسلمانوں کا اس سے بھی بدتر اور اصلی نقشہ تو حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کھینچ گئے ہیں جن کا فرمان ہے کہ:

''بازاروں میں جائیے ''مسلمان رنڈیاں'' آپ کو کوٹھوں پر بیٹھی نظر آئیں گی۔ اور ''مسلمان زانی'' گشت لگاتے ملیں گے۔ جیل خانوں کا معائنہ کیجئے ''مسلمان چوروں''، ''مسلمان ڈاکوؤں'' اور ''مسلمان بدمعاشوں'' سے آپ کا تعارف ہوگا۔۔۔ سوسائٹی میں پھریے، کہیں آپ کی ملاقات ''مسلمان شرابیوں'' سے ہوگی۔ کہیں آپ کو ''مسلمان قمار باز'' ملیں گے۔ کہیں ''مسلمان سازندوں'' اور ''مسلمان گویوں'' اور ''مسلمان بھانڈوں'' سے آپ دوچار ہوں گے۔۔۔ مسلمان اور زانی، مسلمان اور شرابی، مسلمان اور قمار باز، مسلمان اور رشوت خور!۔''

پتہ ہے مزید کیا فرمایا؟۔فرمایا'' آپ اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کا جائزہ لیں گے تو اس میں آپ کو بھانت بھانت کا ''مسلمان'' نظر آئے گا۔یہ ایک چڑیا گھر ہے جس میں چیل،کوے،گدھ،بٹیر،تیتر اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں۔'' یقین نہیں آتا تو خود پڑھ لو مولانا صاحب کی تصنیف مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش۔

پاکستان کی موجودہ سوسائٹی پر کیا یہ تبصرہ لفظ بلفظ پورا نہیں اترتا۔انہی بھانت بھانت کے جانوروں نے اپنے نمائندے منتخب کر کے اسمبلی میں پہنچادئے ہیں۔مولانا مودودی ہی کے الفاظ میں یہ پارلیمنٹ زہریلے دودھ سے بلویا ہوا مکھن ہے۔یہ زہریلے جانور ریاست مدینہ قائم کریں گے؟؟۔ لاحول ولا۔۔۔

بزرگ دوست کی تندوتیز تقریر سنتے سنتے اب تو میری دونوں کنپٹیوں میں شدید درد شروع ہو چکا تھا، گلے میں پھانس سی چبھنے لگی تھی اور سینے کے اندر شدید جکڑن۔وہ تو غنیمت ہوئی کہ بیگم نے کمرے میں آ کر کہا کہ آپ کی دوا اور کھانے کا وقت ہو چکا ہے اور میں نے خدا حافظ کہے بغیر جلدی سے فون بند کر دیا۔بند کیا کیا، زمین پہ پٹخ دیا۔آج تو کھلی کھلی بے عزتی ہوگئی تھی۔وزیر اعظم عمران خان کی پہلی تقریر ٹیلیفون کا بل بن کر جیب کے ساتھ کھوپڑی کو بھی خالی کر چکی تھی۔

بھوک کس کافر کو تھی لیکن چونکہ ڈاکٹر نے کہا ہوا ہے کہ دوا کھانا کھانے کے بعد کھانی ہے،لہٰذہ جلدی جلدی چند لقمے زہر مار کئے اور پھر جب پہلی گولی نگلی تو خیال آیا کہ واقعی ریاست مدینہ تو پہلی اور آخری ہی تھی۔اور پھر جب دوسری گولی حلق سے نیچے اتری تو احساس ہوا کہ واقعی پاکستان میں ریاستِ مدینہ کسی کا باپ بھی نہیں بنا سکتا۔۔۔!۔

جناب طارق احمد مرزا صاحب کے گزشتہ کالم'' ہم ماٹی کے پتلے ضرور ہیں، گھگھوگھوڑے تو نہیں''میں چکبست برج نرائن کا ایک شعر سہواً مرزا غالبؔ سے منسوب ہوگیا تھا جس کے لیے راقم اور ادارہ معذرت خواہ ہے۔

زندگی کیا ہے، عناصر میں ظہور ترتیب — موت کیا ہے، انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

دُکھی دُنیا کے دُکھی چہرے میں بھر دیں رونق — ایسی خُوشبُو کوئی اب پیار کی ایجاد کریں

اہم اعلان

ادارہ پیشوا (پرائیویٹ) ایک زیر رجسٹرڈ نمبر ۸۷۴۷۱۵۸ چیرٹی ہے جو معذور اور بے بس مریضوں کو وہیل چیئرز مہیا کرتی ہے۔اور غریب بچوں کو تعلیم جیسا بنیادی حق دلانے کی کوشش کرتی ہے۔سسکتی اور لڑکھڑاتی زندگیوں کی مدد کے لئے قدم بڑھانا نہایت ثواب کا کام ہے۔زمین پر گھسٹ گھسٹ کر ہر لمحہ مرنے والوں کی مدد کرنا تمام انسانوں کا فرض ہے۔ اگر آپ غریبوں، بے بسوں، بے کسوں اور لاچاروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنے عطیات جمع کروائیں۔(نئی اور پرانی وہیل چیئرز بھی عطیہ کی جاسکتی ہیں)

Account # :(Barclays Bank): 90730343 Sort Code: 208420

برائے مہربانی اپنے چیک پیشوا لمیٹڈ کے نام سے ارسال فرمائیں۔

2.London Road,Morden,Surrey,SM4 5BQ. UK

E-mail. : Tel. 020.36747909: Mob. 07792998973

peshwaltd@gmail.com

اعلان برائے اشتہارات

کاروبار کی ترقی کے لیے اشتہارات کی اشاعت عصر حاضر میں کاروباری حضرات کی اہم ضرورت ہے۔ادارہ پیشوا نہایت کم قیمت پر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہے۔

قیمت اشتہارات

A.4 ۔فل سائز۔کلر۔120£	بلیک اینڈ وائٹ 80£
A.4۔ہاف پیج۔کلر۔ 60£	بلیک اینڈ وائٹ 40£
A.4۔کوارٹر پیج۔کلر۔ 40£	بلیک اینڈ وائٹ 30£

پیشوا میں اشتہارات شائع کروانے کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

رانا عبدالصمد خاں **07792998973**

AZED&CO

Incorporated Precticing Accountants

Rizwan Azed

B.COM,MBA,AIIA,FSPA

سیلف ایمپلائیڈ،سول ٹریڈر،لمیٹڈ کمپنی اکاؤنٹس،پی سی او ڈرائیورا کاؤنٹس،سیلف ایسیسمنٹ۔
ٹیکس ریٹرن،لمیٹڈ کمپنی فارمیشن۔بک کیپنگ،بجٹ۔بزنس پلان،بزنس سٹارٹ اپ۔

392 London Road
Mitcham Surrey
London .CR4 4EA

Tel.020 8646 6777
Fax.020 8646 9416
Mob.0786 788 6952

E.Mail. azed@azed.fsbusiness.co.uk

آیات قرانیہ اوراحادیث نبویہ ﷺ کا احترام نہایت ضروری ہے

کشور کشائی اور فتویٰ گری!

تحریر: ناصر شبیر۔ بلجیئم

سوال یہ ہے کہ انتہا پسندانہ سوچ کا منبع کہاں ہے اور کون ہے جوان شر پسند طبقے کو اجازت دیتا ہے کہ وہ یوں سر عام لوگوں میں نفرت اور تعصب کی تعلیم عام کرتا پھریں؟ حکومت کی رٹ کو یوں سر عام للکارتے پھریں؟ اس کا واضح جواب ہے کہ ریاست ہی اصل میں ایسے افسوس ناک واقعات اور تقاریر کا محرک بنتی ہے۔ ریاست کی مذہب میں مداخلت اور پیشہ ور مولویوں کی منبر ومحراب سے فتویٰ گری نے عوام الناس کے دماغوں میں مدمقابل فرقہ کے خلاف قانون شکنی اور تعصب کو رواج دیا ہے۔ وہ رواداری جو کبھی مذہبی منافرت اور رفرقہ بازی سے مبرا تھی وہ ریاست کی مذہبی معاملات میں مداخلت کی وجہ سے اب انتہاپسندی کی طرف جا چکی ہے جو گھروں، خاندانوں، محلوں گلی کوچوں تک سرایت کر گئی ہے۔ ریاست میں مذہبی مداخلت سے ایک عام شہری کی نفسیات میں کیا کیا تبدیلیاں پیدا ہوئیں اور کیا کیا بھیانک اثرات پیدا ہوئے اس کا اندازہ ریاستی اداروں کو ہرگز نہیں تھا۔ قانون سازی اور آئین کی بالادستی صرف اُسی صورت ممکن ہے جب انصاف کا خون نہ ہو۔ پاکستان میں دین کے نام پر زندگی گذارنے کی بجائے زندگی دی جاتی ہے۔ برصغیر پاک وہند کی تقسیم کے بعد جسدِ پاکستان میں فرقہ واریت اور مذہبی جنونیت کی پہلی اینٹ اس وقت لگائی گئی جب خداد مملکت پاکستان کی قومی اسمبلی نے آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ گویا یہ ریاست ہی ہے جس نے مسندِ اقتدار پر متمکن ہو کر دین کی کلید بھی اپنے ہاتھ میں لے کر فتاویٰ کفر کی پہلی فیکٹری تعمیر کی جس کے ضعیف اور جوان مزدور آج بھی ہمارے اردگرد گلی کوچوں میں رہائش پذیر ہیں۔

کئی اہل علم اور قانونی ماہرین کے مطابق 1974ء کے فیصلے کے دوران قرآن مجید فرقان حمید اور احادیث مبارکہ کی فہم وفراست کی بجائے انسانوں کے خیال، رائے، فہم وادراک، سوچ، اندازوں، قیافوں کو اہمیت دی گئی تھی۔ گویا اگر اسمبلی میں بیٹھا ایک شخص کسی کے عقیدے کو دیگر اراکین کی طرح غلط کہتا ہے اور حریف فرقے کے خلاف ووٹنگ کرتا ہے تو گلی کوچے میں رہنے والا ایک عام شہری کسی دوسرے کو کافر وملحد یا جہنمی کہنے کے حق سے کس طرح محروم رہ سکتا ہے؟ جب ایک ریاست اپنے تمام شہریوں کو اجازت دیتی ہے کہ وہ بزورِ طاقت دوسرے شخص کے عقیدے یا مسلک کو غلط اور گمراہ قرار دے سکتا ہے تو پھر انجام بخیر کس طرح ہو سکتا ہے۔؟

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ریاست کی مذہب میں بے جا مداخلت اور امتیازی سلوک سے ہمیشہ منفی اور الٹ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ اگر مذہب کی بنیادیں مضبوط اور دیرپا ڈھانچے پر کھڑی ہیں تو کوئی بھی طنز وتنقید کی تند وتیز ہوا اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ سیاسی قوتوں نے دین اور مذہب کو اپنی سوچ کے مطابق ڈھالنے کی جو بھی کوششیں کی ہیں ان کے نتائج ریت پر لکھے الفاظ کی طرح عارضی ثابت ہوئے ہیں۔ دیگر مذاہب کی توہین، عقائد وتشریحات پر لاحاصل بحثوں و جھگڑوں سے کبھی بھی مثبت ومفید نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ غور کا مقام ہے کہ قادیانیوں کے خلاف 1953ء میں فسادات ہوئے چونکہ حکومت اس فرقہ وارانہ معاملے میں غیر جانبدار تھی لہٰذا فسادات 1953ء کو کچلنے میں کامیاب رہی۔ 1974ء سے قبل پاک فوج کے اعلیٰ و کلیدی عہدوں پر تمام فرقوں ومسالک کے لوگ فائز تھے جن میں احمدی ومسیحی بھی شامل تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کی کابینہ میں جوگندر ناتھ منڈل، جنرل گریسی اور سر ظفر اللہ خان جیسی قدآور نابغہ روزگار شخصیات شامل تھیں۔ لیکن بھٹو کابینہ کے 74ء کے فیصلے کے بعد سماج میں کئی تبدیلیاں آئیں اور سماجی گھٹن اور جنونی حبس میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ سائنس اور علم دشمنی کی وجہ سے اختلافِ رائے کی گنجائش محدود ہو کر ختم ہو گئی۔ دلیل اور روشن خیالی کو سیکولر کا طعنہ، الحاد اور کفر کہا جانے لگا ہے۔ متنوع نقطہ ہائے نظر کی وسعت کے آگے جہالت اور تکفیر کا بند باندھ دیا گیا۔ پھر اس کے آگے مضبوطی کی خاطر مزید اشتعال انگیزی، فرقہ واریت، انتہا پسندی، نفرت اور تعصب کا زہریلا بیج بویا گیا جو جلد ہی امدادوں، وظیفوں کی بدولت ایک تنآور درخت بن گیا جس کی مزید شاخیں مرد مومن مرد حق ضیاء الحق کے سنہرے جہادی عہد میں قادیانیت آرڈیننس کی صورت میں پھوٹیں۔ پھر یہ سلسلہ دراز ہی ہوتا گیا۔ شاخیں بھاری اور توانا ہو گئیں۔ یہ پودا خوب پروان چڑھتا گیا۔ آج اُسی زہریلے درخت کی بلند اور گھنی شاخوں پر فرقہ واریت اور قتل وغارت گری، عدم برداشت کے بھاری شگوفے لدے ہوئے ہیں،

جو سرکار کی توجہ و دیکھ بھال سے زمین تک خوب جھکے ہوئے ہیں۔ان زہریلے خوشوں میں دوسروں کے خون کی بو رچی بسی ہے۔ اب صورتحال یہ ہے اب انہی کی باقیات نے ضیائی شجر کے زیر سایہ فتویٰ فیکٹری کا بڑا کشادہ پھاٹک اپنے دونوں ہاتھوں سے کھول دیا ہے۔اب ہر کوئی اسی فتویٰ کفر کے کارخانے سے اپنے مطلب کی چھوٹے بڑے فتویٰ کفر کی نقلیں حاصل کر کے گلی کوچوں میں بانٹ رہا ہے۔گھر گھر فتویٰ کفر کی تعویزیں پہنے عوام کے درمیان محبت و اخوت، برداشت اور تحمل و رواداری اور قربانی کے جذبوں کو فرقہ واریت کی دیمک نے چاٹ لیا ہے۔جگمگاتے آرائشی رنگ برنگے پتھروں سے سجی مسجدوں کے طاقچوں میں فتاویٰ کفر کے کتابچے دھرے ہیں لیکن منبر ومحراب پر امن سلامتی کے وعظ پورے جوش وخروش سے جاری ہیں۔ فرقوں کے درمیان بحثیں، مناظرے، کفر بازی، جھگڑے اسی 74ء فیصلے کی پیداوار ہیں جس کے بعد رنگ برنگی پگڑیاں پہنے، منہ سے جھاگ اُڑاتے ملاں حضرات اپنی اپنی مسجدوں کی اینٹیں سیدھی کرتے رہتے ہیں۔علم وشعور سے عاری طبقہ محض اپنے مرشدوں کی تحریرات کو سچ کرنے کے جوش میں حریف مخالف پر ابلیسی لہجوں میں گرج اور برس رہا ہے۔ایک دوسرے پر غلط اور انتہائی غلیظ الزامات کی بوچھاڑ کر رہا ہے۔ اس فیصلے کے تباہ کُن ثمرات ہیں کہ ماضی کے انہی سیاست دان کی طرح ممتاز قادری نے بھی اپنے ضمیر و مفاد کی خود ساختہ اسمبلی سجا کر سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر موت کا پروانہ تھما دیا۔

بالکل اسی طرح جیسے قومی اسمبلی کے اراکین نے قادیانیوں کو کفر کی رسید تھمادی تھی یعنی یہ وہ کام ہے جو اسمبلی میں سیاست دانوں نے کیا تھا اب اس کے گہرے اور انتہائی مہلک اثرات اب عوام تک پہنچ رہے ہیں اب ستم ظریفی یہ ہے کہ عدالتوں کے ججوں نے بھی گویا انصاف کے قلمدان ہی عدالتوں سے نکال کر عین بیچ چوک چوراہوں میں رکھ دیے جن میں دھرے قلم سے ایک عام شہری دوسرے کی موت کے پروانے لکھ رہا ہے انصاف کے رکھوالوں کے اس رویے کے بعد عوام کا مزاج بھی مزید جارحانہ، جاہلانہ اور آزادانہ ہو گیا ہے۔ قانون ہاتھ میں لینے کا رواج عام ہو گیا ہے۔توہین رسالت کے اکثر مقدمات میں تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ بالکل قومی اسمبلی 74ء کے سیاست دانوں کی طرح دوسرے کے عقیدے کا فیصلہ اپنے پاس رکھنے کی قانونی وسیاسی حیثیت کی وجہ سے ایک فرد واحد بھی وہی اختیار اپنے پاس رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے اور اسی فخر اور انتہا پسند سوچ کی وجہ سے حریف فرقے کے پیروکاروں کو نہایت آسانی اور سفا کی سے نذر آتش کر دیتا ہے۔

مزید صورتحال یہ ہے کہ ایک طرف عوام اسی نشے میں مخمور ہو کر مرد مومن مرد حق جنرل ضیاء الحق کے فرقہ وارانہ خرافات اور فیکٹری 74ء کے فتووں کی مزید نقلیں تیار کر کے گلی محلوں میں آوازیں لگا کر بانٹ اور خرید رہے ہیں جبکہ دوسری جانب ملکی و عالمی افق پر شدت پسندی اور مذہبی جنونیت کی تیسری قسط انتہائی منظم انداز میں نشر ہو رہی ہے۔القاعدہ کے بعد طالبان اور پھر آج کل داعش قسط سوم چل رہی ہے لیکن پھر اُسی سوچ اور فکر کے خول نے عوام کے شعوری ارتقاء کو محدود کر رکھا ہے۔ دولے شاہی چوہے سبز چولوں میں خوب ناچ رہے ہیں۔کسی کو کوئی فکر نہیں کہ انتہا پسندی اور جنونیت کی زہریلی فصل جو ہم کاٹ رہے ہیں اس کے بیج خواندگی یا ناخواندگی میں نہیں ہیں بلکہ یہ وہ مہلک اور فتنہ پرور بیج ہیں جو 1974ء کو ریاست کے قانونی و آئینی سینے میں بوئے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ اہل وطن کو منفی سوچ اور فکر کے غلیظ خول سے باہر نکالے۔آمین

مضمون نگار حضرات کے افکار وخیالات سے ادارہ پیشوا کا اتفاق ضروری نہیں ہے

مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط5)

تحریر: رانا محمد حسن خاں

گزشتہ شمارہ میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے نام پر کی جانے والی ناکام بغاوت میں علماء کے کردار پر مختصراً روشنی ڈالی گئی تھی۔ مولانا قاسم نانوتوی کا بھی ذکر کیا گیا تھا۔ زیب داستاں کے لیے دیوبندی علماء نے انہیں بھی باغی گروہ میں شامل کر لیا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا قاسم نانوتوی نے دفاعی جنگ پر فتویٰ دیا تھا نہ کہ جارحانہ جنگ کے لیے ۱۹۲۰ء کے بعد چھپنے والی کتابوں میں مولانا قاسم نانوتوی سے غلط باتیں منسوب کی گئی ہیں۔

بہر حال دیوبندی علماء جھوٹ بول کر انگریزوں کی سزا سے بچ گئے۔ چند علماء گرفتار بھی ہوئے اور جلا وطن بھی کیے گئے۔ جنگ و جدل نے مولویوں کے لیے ہندوستانی سیاست میں داخل ہونے کی راہ ہموار کر دی۔ علماء کے مذہب کے ساتھ ساتھ سیاسی سرگرمیوں کے نتیجے میں خیر کا پہلو کم اور شر بہت زیادہ تھا۔ علماء نے برطانیہ سے آزادی حاصل کرنے کے نام پر فرقہ پرستی کو نا صرف فروغ دیا بلکہ مختلف تحاریک برپا کر کے مسلمانوں کو مزید پھاڑا اور انگریزوں اور ہندوؤں سے شدید نفرت پر انہیں مائل کیا۔ مثال کے طور پر مولانا احمد رضا خان بریلوی نا صرف دیگر مسلمان فرقوں کو کافر اور قابل نفرت سمجھتے تھے بلکہ غیر مسلموں سے بھی شدید نفرت کرتے تھے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اللہ کے سب دوستوں سے محبت رکھے اور اس کے سب دشمنوں سے عداوت رکھے، یہ ہمارا عین ایمان ہے۔۔۔۔ ایک مرتبہ ایک برہمن نے جبکہ میں شدید پیٹ درد میں مبتلا تھا میرے پیٹ پر درد کا مقام معلوم کرنے کے لیے ہاتھ رکھ دیا۔ مجھے اس کا نجس ہاتھ لگنے سے اتنی نفرت اور کراہت پیدا ہوئی کہ درد کو بھول گیا، یہ تکلیف اس سے بڑھ کر معلوم ہوئی کہ ایک کافر کا ہاتھ میرے پیٹ پر ہے۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت از مفتی ہند مصطفیٰ رضا خان قادری جلد ۲ صفحہ ۱۴۶)

مولانا احمد رضا خان بریلوی انگریزوں بالخصوص ملکہ برطانیہ سے بھی شدید نفرت کرتے تھے۔ چنانچہ رسالہ معارف رضا میں لکھا ہے:۔

"(انگریزی دور میں) پوسٹ کارڈ میں جہاں پتہ لکھا جاتا تھا، وہاں اُس کے اوپر اُس وقت کے انگریز لارڈ یا ملکہ کی تصویر کا عکس ہوتا تھا۔ امام احمد رضا خان کسی کو پوسٹ کارڈ کے ذریعے خط لکھتے یا فتویٰ بھیجتے تو مستفتی کا پتہ کارڈ کو اُلٹا کر کے لکھتے تھے یعنی جب پتہ پڑھنے کے لیے کوئی شخص کارڈ کو ہاتھ میں لیتا تو کارڈ میں موجود ملکہ یا لارڈ کی تصویر اُلٹی رہتی یعنی اس کا سَر نیچے کر دیتا۔ اس عمل کے باوجود کوئی انگریز ان کو اپنی عدالت میں نہ بُلا سکا اور نہ الزام لگا سکا کہ امام احمد رضا بادشاہوں اور ملکہ کی بے عزتی کر رہا ہے۔" (اعلیٰ حضرت بادشاہ وقت اور ملکہ کی بے عزتی کے مرتکب ہوئے اور پکڑ میں بھی نہ آئے گویا معجزہ ہو گیا)

(ماہنامہ معارف رضا کراچی جنوری ۲۰۱۱ء)

تقسیم پاکستان سے قبل بریلوی اور دیوبندی کہلانے والے سنّی باہم دست و گریباں تھے اور غیر مسلموں سے ہی نہیں بلکہ مسلمان گروہوں سے بھی الرجک تھے۔ دیوبندی عالم حسین احمد مدنی تو کہتے تھے کہ انگریزوں نے ہندوستانیوں کے اخلاق تباہ و برباد کر دیے اور علم کے چراغ بجھا کر جہالت کو فروغ دیا۔ بریلویوں نے دیوبندیوں کی طرح مسلح جدوجہد تو نہ کی مگر اپنے منافقانہ کردار سے انگریزوں کی تعریف و توصیف بھی کرتے رہے اور انہیں برا بھی کہتے رہے۔

بریلویوں اور دیوبندیوں اور ان دونوں فرقوں کی ذیلی ٹکڑیوں کا احوال اور ان کے فتاویٰ کا ذکر کرنے سے پہلے چند تحاریک کا مختصر جائزہ پیش ہے۔ یہ سب تحاریک انگریزوں سے آزادی اور مسلمانوں کو حقوق دلوانے کے لیے انفرادی طور پر برپا کی گئیں تھیں، ان کا وجود جس جوش و خروش سے بنایا گیا تھا، وہ جذبہ اور جوش و خروش لمبا عرصہ تک قائم نہ رہ سکا اور ان تحاریک کا خاتمہ اعلیٰ مقاصد کے حصول کے بغیر ہی ہو گیا۔ سوائے بے چینی اور انتشار کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

تحریک ولی اللّٰهی: یہ ایک علمی اور اصلاحی تحریک تھی جس کے بانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تھے۔ آپ ۱۷۰۳ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے تیار ہونے والی فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری کے مرتبین میں شامل تھے۔ آپ نے ابتدائی علوم اپنے والد اور دہلی کے مشہور اساتذہ سے سیکھے۔ تیس سال کی عمر میں حج کیا۔ حج کے بعد حرمین شریف کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اور حدیث میں خاص مہارت پیدا کی۔ واپس آ کر مدرسہ رحیمیہ میں پڑھانا شروع کر دیا۔ اسی دوران امام مئوطا کی دو شرحیں مصفی اور تنویر الحوالک کے نام سے لکھیں۔ آپ کی سب سے مشہور کتاب حجتہ البلاغہ ہے۔ اِسی کتاب کی بنیاد پر آپ نے اصلاحی تحریک کی بنیاد رکھی اور مسلم معاشرہ کے دُکھوں کا مداوا کرنے کی کوشش کی اور مثالی معاشرہ کے قیام کے حصول کی خاطر آپ نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذرائع کو استعمال کیا۔ نامعلوم مدت سے مسلمان قرآن کریم کا ترجمہ جائز نہیں سمجھتے تھے، عوام صرف تلاوت کی حد تک قرآنی برکات سے واقف تھے، اس لیے چند علماء ہی قرآن کو سمجھ سکتے تھے آپ نے دوسری زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کا آغاز کیا۔ جب آپ نے فارسی میں قرآن کا ترجمہ شروع کیا علماء نے سخت مخالفت کی، علماء کے اشتعال دلانے پر لوگوں نے آپ کے مدرسے پر پتھراؤ بھی کیا۔ آپ کے لائق بیٹوں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے اردو زبان میں قرآن کے تراجم کیے۔ آپ سے پہلے علماء فقہی مسائل میں اُلجھے رہتے تھے آپ کی وجہ سے ہندوستان میں حدیث کو فروغ حاصل ہوا۔ آپ کے مبارک خاندان کے پروردہ علماء آپ کے بیٹے شاہ رفیع الدین، عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز کے علاوہ حضرت شاہ اسحاق، مولانا مملوک علی، مولانا احمد علی سہارنپوری، مولانا محمد قاسم نانوتوی ہیں۔ برصغیر کے تمام سُنّی مسالک کیا بریلوی کیا دیوبندی، کیا سلفی اور وہابی سب حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے خانوادہ سے مذہبی اور دینی عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد بریلوی نے تحریک کو نیا رنگ دیا دونوں نے سکھوں کے مسلمانوں پر تسلط کے خلاف اعلان جنگ کیا مگر شکست ہوئی دونوں بزرگ اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ بہر حال یہ تحریک دونوں کی شہادت کے ساتھ ہی دم توڑ گئی۔

نیچرل تحریک: سر سید احمد خان نے ۱۸۱۷ء میں اس تحریک کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کے نتیجہ کے طور پر مسلمانوں کا ایک طبقہ نئے علوم اور مغربی انداز بود و باش، اصول حکمرانی اور نئے سیاسی انداز سے روشناس ہوا۔ یہ تحریک نہ عالمگیر تھی نہ ہمہ پہلو۔ اس تحریک کا مذہبی پہلو نہ ہونے کے برابر تھا۔ ان کی بھی قدامت پسند علماء نے مخالفت کی۔ سر سید احمد خان کے دینی نظریات کے بارے میں الطاف حسین حالی فرماتے ہیں۔ ''بائیبل میں تحریف لفظی کا دعویٰ درست نہیں ہاں تحریف معنوی ممکن ہے۔ جو مسائل قرآن و سُنّت میں بالتصریح مذکور نہیں ان میں ہر سمجھدار اجتہاد کر سکتا ہے۔ جبر و قدر اور تقدیر خیر و شر کا عقیدہ جزو ایمان نہیں۔ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے کسی معجزہ کا ذکر نہیں۔ اسی طرح جن انبیاء کے جن معجزوں کا ذکر ہے وہ بھی دراصل استعارے ہیں۔ قرآن کریم کا اعجاز معنوی ہے لفظی نہیں۔ معجزہ کا تصور غلط ہے اور معجزہ کو دلیل نبوّت قرار دینا بھی بے اصل ہے۔ ملائکہ مختلف فطری قوتوں کے نام ہیں۔ شیطان اور ابلیس سے مراد نفس امارہ ہے۔ آدم اور ابلیس کا قصہ تمثیل ہے اس کی کوئی واقعی تاریخی حیثیت نہیں۔ قرآن میں مذکور جنّوں سے مراد گرانڈیل پہاڑی وحشی اقوام ہیں۔ وحی نبی کے قلبی واردات کا نام ہے باہر سے کوئی چیز نازل نہیں ہوتی۔ صفات باری، صور کا پھونکا جانا، حشر و نشر، حساب و کتاب، میزان و صراط، جنّت و دوزخ سب استعارے اور تمثیل ہیں۔ رویت باری نہ اس دُنیا میں ممکن ہے نہ آخرت میں۔ معراج اور شق صدر کے واقعات دراصل خواب تھے بیداری کی حالت کا کوئی واقع نہ تھا۔ مختلف جنگوں میں فرشتوں کے نزول کا جو ذکر قرآن مجید میں ہے یہ دراصل غیر معمولی نصرت الٰہی کے نزول سے استعارہ ہے۔ شہداء کی زندگی سے مراد دُنیا میں نیک اور قابل تقلید مثال چھوڑ جانا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ پیدا ہونے کا عقیدہ درست نہیں۔ حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کے وقت ان کی والدہ کی عمر یاس کی حد سے متجاوز نہ تھی ان کی عمر ایسی ہی تھی جس میں

عورتیں بالعموم بچّہ جننے کے قابل ہوتی ہیں۔ دُعا صرف عبادت ہے۔ حصول مقاصد کے لیے اس کی تاثیر غیر مسلّم ہے اصل چیز صرف صحیح تدبیر ہے۔ چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹ دینا ضروری نہیں۔ انسان جس کے حق میں چاہے جتنی چاہے وصیت کرسکتا ہے۔ روزہ کی بجائے فدیہ ایک عمومی سہولت ہے۔ موجودہ بینکنگ کی طرز پر لین دین ربا نہیں۔ سود وحی منع ہے جس کا رواج زمانہ جاہلیت میں تھا۔ قرآن کریم کا کوئی حکم منسوخ نہیں۔ تقلید ذہنی جمود اور عقلی تعطل کا نام ہے اس لیے اسے واجب قرار دینا غلط ہے۔ قرآن حکیم کے احکام کی دو قسمیں ہیں۔ اصلی احکام اور محافظ احکام۔ نصاریٰ کا ذبیحہ حلال ہے اس طرح اگر وہ پرندہ کو گلا گھونٹ کر ماردیں تو اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ جو غیر مسلم مسلمانوں سے زیادتی نہیں کرتے ان کے جان و مال کے دُشمن نہیں اور نہ ان کو ان کے وطن سے نکالتے ہیں ان سے موالات اور تعلقات استوار کرنے کی اجازت ہے۔ صرف انہی کفّار سے تعلقات رکھنے کی ممانعت ہے جو ظلم کی راہ اختیار کرتے ہیں اور مسلمانوں سے برسرپیکار ہیں۔ ہر قائم اور قانون کی پابند حکومت کی اطاعت ضروری ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ اتار لیے گئے تھے اور وہ طبعی موت مرے، زندہ آسمان پر نہیں گئے اور نہ دوبارہ اس دُنیا میں آئیں گے۔ مسیح کے نزول کا عقیدہ غلط ہے۔ (حیات جاوید صفحہ ۵۲۴ تا ۵۲۶ از حالی ناشر نیشنل بک ہاؤس ایبک روڈ لاہور)

تحریک دیوبند: اس تحریک کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تھے جنہوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ نانوتوی صاحب ۱۸۳۲ء کو پیدا ہوئے اور ۱۸۸۰ء میں فوت ہوئے۔ آپ کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اور مفتی بنے۔ انہیں خاتم الاولیاء والمحدثین اور بانیٔ اسلام کا ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے بعد مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمود الحسن، مولوی بشیر احمد عثمانی شیخ الاسلام، مفتی کفایت اللہ اور مولوی سید حسین احمد مدنی وغیرہ نے دیوبندی مسلک کی خوب تبلیغ کی کیا۔ شروع شروع میں دیوبند سے اُٹھنے والی اس تحریک نے اچھے کام بھی کیے مگر اکابرین کے دُنیا سے گزر جانے کے بعد اس تحریک کے کئی ٹکڑے ہوگئے جس کی وجہ سے دیوبند بھی مزید مذہبی انتشار کا سبب ہی بنی۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تحریک: علی گڑھ اور دیوبند کی تحریکات سے متاثر ہوکر اسی زمانہ میں ایک اور ادارہ ندوۃ العلماء لکھنو کے نام سے وجود میں آیا جس کے بانی مولانا شبلی نعمانی تھے۔ اس ادارہ کا دعویٰ تھا کہ اس کے ذریعہ قدیم و جدید دونوں اہلیتوں کے حامل علماء پیدا کیے جائیں گے تاکہ مغربی تہذیب کے طوفان کا علاج کیا جاسکے۔ مگر یہ ادارہ مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

تحریک اتحاد عالم اسلامی: پان اسلام ازم یا اتحاد عالم اسلامی کے رُوح رواں سید جمال الدین افغانی، مصر کے مفتی عبدہ اور ترکی کے حلیم پاشا تھے۔ اس تحریک کا زیادہ تر رُخ منفی سیاست کی طرف تھا اس لیے یہ تحریک استعماری اقوام کے خلاف نفرت کے جذبات ابھارنے تک محدود رہی اور کوئی قبل ذکر کارنامہ نہ سرانجام دے سکی۔

تحریک رابطہ عالم اسلامی: اتحاد عالم اسلامی کا کام استعماری طاقتوں کے خلاف نفرت کو فروغ دینا تھا اور رابطہ اسلامی کی جمعیت کا کام اپنوں کے خلاف نفرت ابھارنا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے خدمت اسلام سرانجام دینے والے دردمند مخلص اور دیندار مسلمانوں کی راہ میں روڑے اٹکانے کے سوا اور کوئی مقصد اس تنظیم کا نہیں ہے۔

تحریک ِانکارِ حدیث: اس تحریک کے رُوح رواں مولوی عبداللہ چکڑالوی جامعہ ملیہ کے پروفیسر حافظ محمد اسلم جیراجپوری اور رسالہ طلوع اسلام کے غلام احمد پرویز تھے۔ ان میں سب سے مضحکہ خیز طرز عمل مولوی عبداللہ چکڑالوی کا تھا۔ ان کے نزدیک حدیث کی کوئی اہمیت ہی نہ تھی۔ ان کا مؤقف یہ تھا کہ مسائل اسلام کو سمجھنے کے لیے حدیث کی کوئی ضرورت نہیں صرف قرآن ہی کافی ہے۔ پروفیسر حافظ محمد اسلم جیراپوری نے انکار حدیث کے نظریہ میں کچھ ترمیم کی اور کہا کہ مسائل عبادت کے تعین کے لیے تو قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کے ''عمل متواتر'' کی پابندی ضروری ہے، باقی دینی مسائل کے تعین کے بارہ میں حدیث کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ان مسائل کا فیصلہ ہر زمانہ کا ''مرکز ملّت'' کرے گا۔ غلام احمد پرویز صاحب نے

کے نظریہ میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: دین اور دُنیا عبادات اور معاملات کی تفریق غیر اسلامی اور عجمی سازش ہے اس لیے مسئلہ عبادت سے تعلق رکھتا ہو یا معاملات سے اگر قرآن کریم میں اس کی تصریح نہیں ملتی تو اس کا تعین ہر زمانہ کا ''مرکز ملّت'' کرے گا۔

آل انڈیا خلافت کمیٹی: خلافت کمیٹی کی بنیاد ۵ جولائی ۱۹۱۹ء کو رکھی گئی جس کے پہلے صدر سیٹھ چھوٹانی اور سیکرٹری حاجی صدیق کھتری بنے۔ بعد میں اس کے کرتا دھرتا گاندھی بن گئے۔ مسٹر گاندھی اس تحریک سے بھرپور سیاسی فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے یہی وجہ ہے کہ مجلس احرار اور چند دوسری اسلامی تنظیمیں مسٹر گاندھی کے اشاروں پر ناچتی رہیں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کا یہ اتحاد سطحی اور جذباتی اور وقتی تھا۔ ان عوامل کا، مسٹر گاندھی نے بھرپور فائدہ اُٹھانے کے بعد ۵ فروری ۱۹۲۹ء کو کمزور خلافت کمیٹی کا خاتمہ کر دیا۔ اس تحریک کے خاتمے پر گاندھی ہندوؤں کے مہاتما بن گئے اور مسلمانوں کے ایک اہم لیڈر مولانا محمد علی جوہر گوشہ گمنامی میں چلے گئے۔ (معارف رضا ماہنامہ کراچی اگست ۲۰۰۹ء)

اسی دور میں ایک تحریک ترکِ موالات بھی شروع ہوئی تھی۔ جس کا مقصد ہندوستان کی آزادی کے لیے بائیکاٹ کے ذریعے حکومت برطانیہ پر دباؤ ڈالنا بتایا گیا۔ اس تحریک کے قائد اور امام گاندھی تھے۔ اس تحریک کے سرپرستوں نے مسلمانوں کو تعلیمی اداروں کے بائیکاٹ اور ہجرت کرنے پر اکسایا۔ ہزاروں لوگوں نے بے وقوفی کرتے ہوئے افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ اور ذلیل اور رُسوا ہو کر کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے۔

معزز قارئین! ان تحریکوں کے علاوہ خاکسار تحریک وغیرہ جیسی اور بھی بہت سی تحریکیں اُٹھیں مگر اپنے مقاصد حاصل کیے بغیر گوشہ گمنامی میں چلی گئیں۔ پاکستان بننے کے بعد بھی کئی تحریکوں نے مسلمانوں کی اصلاح کے نام پر جنم لیا۔ جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، تنظیم اسلامی، دعوت اسلامی، منہاج القرآن، سُنّی تحریک اور دوسری بہت سی تنظیمیں اصلاح اُمّت کے نام پر قائم کی گئی ہیں۔ سبھی جانتے ہیں کہ شخصیات کے گرد گھومنے والی یہ تنظیمیں جس قدر اصلاح کی کوشش کرتی ہیں اُس سے زیادہ نفرت کی تعلیم دیتی ہیں جس کے نتیجے میں مسلمان نہ صرف ان تنظیموں سے متنفر ہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے بارے میں بھی شکوک وشبہات میں مبتلا ہو چکے ہیں کیونکہ سبھی گروہوں نے خود ساختہ عقائد کو دین اسلام کی اساس قرار دے دیا ہوا ہے۔ مندرجہ بالا تمام اصلاحی تحریکوں کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ خُدا تعالیٰ کے دین متین کا صحیح ادراک نہ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین دلانے کا سب سے بڑا ذریعہ وحی، الہام اور کشف وغیرہ ہیں۔ مگر نام نہاد اسلامی تحریکوں کے قائدین نے لوگوں کو باور کرا دیا ہوا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ نہ بولتا ہے نہ سُنتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی آنے والا ہے، اب صرف ہمارے جیسے قائدین پر ہی گزارا کرنا ہوگا۔ مسیح موعود و امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بھی مسلمانوں کو باور کروایا جا رہا ہے کہ وہ شاید لاکھوں برس بعد آئیں، جب آئیں گے تو وہ نہ نبی ہوں گے، نہ ان ہی اُن پر وحی نازل ہوگی اور نہ ہی اُن کی بیعت ضروری ہو گی۔ دوسرے لفظوں میں اب طاہر القادری، غامدی، الیاس قادری، ابتسام الٰہی ظہیر، ثروت قادری، ڈاکٹر ذاکر، طاہر اشرفی اور امین سیالوی وغیرہ وغیرہ جیسے مولویوں کے ناز نخرے اُٹھانا مسلمانوں کا مقدّر رہے۔ مگر خاکسار مسلمانوں کو یقین دلاتا ہے کہ قطعاً مسلمانوں کا نصیب اتنا بُرا نہیں ہوسکتا کہ فرقہ مولویاں مسلمانوں کو ذلیل اور رُسوا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ ان دُنیا پرست مولویوں کا سدّ باب کرنے کے لیے کوئی اقدام نہ کرے۔ (باقی آئندہ شمارہ میں)

مذہب کی حقیقت نامی کتاب کے مصنف خلیل شرف الدین صاحب اپنی اس کتاب کے صفحہ ۴۴ پر لکھتے ہیں:۔

''ایک صاحب سے مَیں نے کہا کہ مسلمان دنیا بھر میں رُسوا کیوں ہیں؟ اللہ کی مار مسلمانوں ہی پر کیوں پڑتی ہے؟ وہ چرب زبان مبلغ اسلام بولے: ''ہم اللہ کے سپاہی ہیں، اللہ اگر ہمارا امتحان نہیں لے گا تو کس کا لے گا؟'' گویا ہم پر جو کچھ بیت رہی ہے وہ عین مصلحت خداوندی ہے! یہی سہی۔ لیکن امتحان دیتے دیتے میری عمر تو ختم ہوگئی۔ براہ کرم یہ بتلایئے کہ رزلٹ کب آ رہا ہے؟''

رزولیوشن کی شورش ہے مگر اس کا اثر غائب   پلیٹوں کی صدا سنتا ہوں اور کھانا نہیں آتا

RH CATERERS

Our Chefs are dedicated to creating Authentic Dishes.Our Menus offer a wide variety of dishes originating from all parts of the Indian & Pakistani. Sub Continent.We can offer a range of Catering Options such as a sit down Silver Service,a simple Buffet,Multi dish or Karahi Stand service.We are able to cater for any number of guests & our specialized MENUS can be accommodated in any Venue and any budget.A bespoke tailor made Menu can be made upon request. The Complete Catering & wedding package consists of all the necessaries ensuring that you will have the most successful event:

Our Gold pakage includes

- ☆Authentic Asian Catering
- ☆Welcome Drinks Reception (Exotic Fresh Juices)
- ☆Unlimited Soft Drinks & Juices Throughout the day
- ☆Cutlery Crockery & Glassware
- ☆Linen Tableclothes & Napkins
- ☆Professional Uniformed Waitress Staff
- ☆Event Manager & Wedding coordinator
- ☆Kitchen Staff & Porters
- ☆Complete Peace of mind

For further assistance please contact: Tel.020 3674 7909..Mob:077 9299 8973

2 london Road, SM4 5BQ;Morden,surrey.

پیشوا میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

کرپشن کا عفریت، دور کیوں اِسقدر سویرا ہے؟

تحریر: رانا عبدالباقی (آتش گل)

کرپشن، منی لانڈرنگ، شیڈولڈ بنکوں میں جعلی کھاتے، مقتدر سیاسی شخصیتوں کے زیر اہتمام ہاؤسنگ سوسائٹیوں میں عوام کیساتھ فراڈ، عدالتوں میں سیاسی موشگافیوں کی بنیاد پر ہائی فروفائل ملزموں اور مجرموں کیساتھ شاہانہ سلوک، کرپشن میں ملوث انڈر ٹرائل ملزموں اور مجرموں کیلئے غیر معمولی سہولتیں جبکہ عام آدمیوں کیساتھ غیر مساویانہ سلوک۔ جیلوں میں بڑھتا ہوا نام نہاد سیاسی قیدیوں کا وی آئی پی کلچر اور عام قیدیوں کیساتھ مشقتی اور علاج معالجے کے حوالے سے امتیازی سلوک جس کی نشریاتی اداروں پر روزمرہ رپورٹنگ اور اخبارات میں سنسنی خیز خبروں کی اشاعت سے سول سوسائیٹی میں اضطراب کی کیفیت قائم ہو چکی ہے۔ عوام حیران پریشان ہیں کہ جیلوں میں عام قیدیوں پر تو جیل مینول کا بھرپور استعمال کیا جارہا ہے، عام چھوٹے جرائم میں ملوث قیدیوں کیلئے علاج معالجے کی سہولتیں محدود ہیں اور بیشتر عام قیدی جیل کی سختیوں اور علاج معالجے کی سہولتوں کے فقدان کے باعث رہائی سے قبل ہی اِس دنیا فانی سے رخصت ہو جاتے ہیں جن کے لواحقین خاموشی سے اُن کی میتیں جیل سے وصول کر کے دفنا دیتے ہیں جبکہ بڑے جرائم، کرپشن و منی لانڈرنگ میں ملوث قومی دولت کا حشر نشر کرنے والے بڑے مجرموں اور ملزموں کو جیل میں پہنچتے ہی علاج معالجے کی وی آئی پی سہولتوں کیساتھ ساتھ فوری طور پر ہسپتالوں میں منتقلی کے بعد خصوصی علاج معالجے کی سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں اور میڈیکل ٹسٹوں کے نارمل پائے جانے کے بعد جیلوں میں واپسی یا پھر ڈاکٹروں کو دباؤ میں لاکر کے ٹیلرڈ میڈیکل رپورٹس کی تیاری پر ایسے نام نہاد قیدیوں کو ہسپتالوں میں فائیو اسٹار ہوٹلوں کی سہولتوں کیساتھ کمروں میں غیر معینہ مدت کیلئے رہائش رکھنے اور شراب و کباب کی محفلیں منعقد کرنے کی سہولتیں بہم پہنچادی جاتی ہیں۔ کیا جیل مینول اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین و قانون میں یہ غیر مساویانہ دوعملی موجود ہے؟

درج بالا تناظر میں چیف جسٹس آف پاکستان جناب ثاقب نثار کے کراچی کے ایک نجی ہسپتال کے دورے کے موقع پر میگا کرپشن کیس میں ملوث پیپلز پارٹی کے سابق وزیر اور موجودہ ایم پی اے شرجیل میمن کی نجی ہسپتال میں موجودگی پر جسے حکومت سندھ کی جانب سے سب جیل قرار دیا گیا تھا کا جائزہ لینے پر نہ صرف یہ کہ سندھ کے سابق وزیر وی آئی پی سہولتوں کیساتھ بظاہر صحت منداور چاق و چوبند پائے گئے بلکہ کمرے میں سب جیل مینول کے برخلاف غیر متعلقہ افراد کی آمد و رفت کیساتھ ساتھ شراب کی بوتلیں بھی پائی گئیں۔ شراب کی موجودگی پر جناب شرجیل میمن کا فوری ردعمل یہی تھا کہ میں شراب نہیں پیتا ہوں اور اِن شرب کی بوتلوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر یکا یک یہ صورتحال تبدیل ہوگئی جب کسی خفیہ ہاتھ نے شراب کی بوتلوں کو شہد اور زیتون کے تیل میں تبدیل کر دیا۔ ایسی ہی ایک صورتحال آڈیالہ جیل میں جیل مینول کی شدید خلاف ورزی کے حوالے سے عمر قید کی سزا پانے والے مسلم لیگ (ن) مجرم حنیف عباسی، سابق نااہل وزیر اعظم نواز شریف کی سزا معطلی کے بعد جیلر کے کمرے میں خوش گپیوں میں مصروف پائے گئے۔ یہ درست ہے اِس صورتحال کے پائے جانے کے بعد شرجیل میمن کو نجی ہسپتال کے وی آئی پی کمرے سے ڈسٹرکٹ جیل واپس بھیج دیا گیا ہے جبکہ حنیف عباسی کو آڈیالہ جیل سے اٹک جیل منتقل کر دیا گیا ہے۔ البتہ جیلوں میں وی آئی پی سیاسی قیدیوں کے حوالے سے صورتحال اِس قدر دگرگوں ہو چکی ہے کہ سول سوسائیٹی اور قومی دانشور حیران پریشان ہیں کہ ملک کے اسٹیٹ کرافٹس کو کیوں طاق نسیاں کر دیا گیا ہے۔ بظاہر چند صوبائی حکومتیں کرپشن اور منی لانڈرنگ میں ملوث سیاسی شخصیتوں اور اُن کے ایجنٹوں کو آئین و قانون کے برخلاف خفیہ ہاتھوں کے ذریعے غیر معمولی سہولتیں دینے میں پیش پیش ہیں۔

اندریں حالات، گزشتہ روز ایسی ہی ایک میگا کرپشن منی لانڈرنگ ایف آئی اے کیس میں بنکوں میں جعلی اکاؤنٹس کے کھاتوں سے مبینہ طور پر اربوں روپے کی منتقلی کیس میں جس میں پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری اور اُن کی ہمشیرہ جو پیپلز پارٹی خواتین ونگ کی صدر ہیں بھی ایف آئی اے کو مطلوب ہیں جس میں اومنی گروپ کے ماسٹر مائنڈ حسین لوائی، انور مجید وغیرہ کی گرفتاری کے علاوہ درجنوں افراد ایف آئی اے کو مطلوب ہیں جبکہ گرفتار شدہ افراد کو بظاہر صوبائی حکومت کے دباؤ پر مقدمہ

ہذا پر اثر انداز ہونے کیلئے سہولتیں فراہم کی جا رہی تھیں البتہ چیف جسٹس آف پاکستان نے صورتحال کا علم ہونے پر ماتحت عدالتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے علم میں لائے بغیر جعلی بنک اکاؤنٹس غیر منجمد کرنے اور بھاری رقومات کی منتقلی کے حوالے سے کوئی حکم جاری نہ کریں۔ حیرت ہے کہ مقدمے کی جے آئی ٹی تفتیش پر اثر انداز ہونے کیلئے شرجیل میمن ہی کی طرح مقدمے کے اہم ملزمان حسین لوائی، انور مجید اور اُن کے صاحبزادے کو بھی غیر معمولی سہولتوں کیساتھ ہسپتال منتقل کرا دیا گیا تھا جنہیں جناب چیف جسٹس کے حکم سے دوبارہ جیل بھیجنے کے احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں۔ منی لانڈرنگ کے ایک اور کیس میں شوبزنس سے وابستہ خوبرو اداکارہ ایان علی جنہیں مبینہ طور پر جناب آصف علی زرداری کے وکیل کی کوششوں سے اس وعدے پر ضمانت پر رہا کر دیا گیا تھا کہ وہ مقدمے کی سماعت کے دوران عدالت میں بخوبی پیش ہوتی رہیں گی اب ملک سے باہر جا چکی ہیں اور ہائی کورٹ میں مقدمے کی سماعت میں بار بار بلائے جانے کے باوجود حاضر نہیں ہوئی ہیں۔ اسی طرح نیب کورٹ میں مقدمے کی سماعت سے فرار ہونے کی عجب صورتحال سے عوام کو اُس وقت آگہی ہوئی جب سابق وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی نے اپنے طیارے میں سابق وزیر خزانہ اسحٰق ڈار کو ملک سے فرار کرا دیا جو سپریم کورٹ میں بلائے جانے کے باوجود پیش ہونے سے گریزاں ہیں اور لندن کی فضاؤں میں گھومتے پھرتے اور واک کرتے نظر آتے ہیں، جنہیں اب اشتہاری ملزم قرار دے گیا ہے اور یہ خوش آئند بات ہے کہ عدالت عظمٰی کے حکم پر اُنہیں انٹر پول پولیس کے ذریعے گرفتار کر کے عدالت کے سامنے پیش کرنے کے احکامات دیئے جا چکے ہیں۔ مگر انٹر پول پولیس کے ذریعے انکی واپسی مشکل دکھائی دیتی ہے۔

یہ اَمر مدنظر رہے کہ ملک سے کرپشن و منی لانڈرنگ سے متعلقہ جرائم کے خاتمے، ملک کی لوٹی ہوئی دولت پاکستان واپس لانے اور انتظامی بدعملی کو قانون کے دائرے میں لانے کیلئے چیف جسٹس آف پاکستان کی دن رات کی کوششوں کے باوجود صورتحال بدستور گھمبیر ہے جس کا ہائی کورٹس کو بھی بخوبی نوٹس لینا چاہیے تھا۔ بہرحال، سابق سیاسی حکمرانوں کی جانب سے مافیائی طرز حکومت کی فکر کو جنم دینے کے حوالے سے اہم اداروں میں ذاتی مفادات کے حامل افراد کی تعیناتی کے سبب جرائم کو سیاسی رنگ دینے اور سیاست کو جرائم سے آلودہ کرنے کے حوالے سے ملک میں کرپشن کے عفریت کی کافی حوصلہ افزائی ہوئی ہے جو ابھی تک مستحکم بنیادوں پر قائم و دائم ہے۔ کچھ عدالتوں میں اِسی طرزِ عمل کے سبب عوام حیران پریشان ہیں کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے پانچ رکنی بنچ نے حکمرانوں کی سیاسی بدنیتی کو بھانپتے ہوئے پاناما کرپشن کیس کے حوالے سے طویل مشاورت کے بعد تین سوال قائم کئے تھے کہ نواز شریف کے بچوں نے اوائل عمر میں آف شور کمپنیاں کیسے بنائیں پیسہ کہاں سے آیا، کیسے یہ پیسہ لندن پراپرٹی کی خریداری کیلئے منتقل کیا گیا، کفالت کی وضاحت شریف فیملی کیونکر کرے گی اور سابق وزیر اعظم کی تقاریر میں تضاد ہے کہ نہیں؟ اِن سوالات پر سپریم کورٹ کی تشفی نہ کئے جانے کے باعث میاں نواز شریف کو وزیر اعظم کے طور پر نااہل قرار دیا گیا تھا اور جے آئی ٹی کے ذریعے شریف فیملی کو ایک اور موقع دیا گیا تھا کہ وہ اِن سوالات کے تسلی بخش جوابات دیں لیکن جے آئی ٹی اور نیب کورٹ کے سامنے نہ صرف یہ کہ شریف فیملی لندن پراپرٹی کا جواز نہیں پیش کر سکی بلکہ نواز شریف کے دونوں صاحبزادے نیب کورٹ سے فرار ہو کر اشتہاری ملزم بن گئے۔ چنانچہ نیب کورٹ نے میاں نواز شریف، مریم نواز اور کیپٹن صفدر کو نیب قوانین کے تحت مختلف الزامات کی بنیاد پر سزا سنا دی گئی اور وہ جیل منتقل کر دیئے گئے۔ البتہ عوام اور سول سوسائیٹی کیلئے یہ اَمر حیران کن ہے کہ ہائی کورٹ کے ایک دو رکنی بنچ نے سپریم کورٹ آف پاکستان کے تینوں سوالات کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے مختصر فیصلے میں تینوں سزا یافتہ ہائی پروفائل قیدیوں کی سزا معطل کرتے ہوئے اُن کی رہائی کا حکم صادر فرما دیا چنانچہ کرپشن اور منی لانڈرنگ کی جادوگری وہیں پہنچ گئی جہاں سے یہ شروع ہوئی تھی۔ قومی دانشور یہی سوچتے ہیں کہ کیا پاکستان میں جرائم کو سیاسی رنگ دیکر سیاست کو جرائم سے آلودہ کرنے کے باوجود سیاسی رہنما پاک اور صاف ہی ہیں اور قانونی بدعملی کا یہ سلسلہ کب ختم ہوگا؟ عوام بقول شاعر جاننا چاہتے ہیں کہ وزیر اعظم عمران خان کی قیادت میں ملک پر طاری شب کی تاریکی ختم تو ضرور ہوگی لیکن کب؟........

رات بوجھل ہے ڈھل ہی جائیگی
دور کیوں اس قدر سویرا ہے

دیکھتے	ہی	دیکھتے	سارے	اجالے	ڈوب گئے
نہ جانے	کب	ہو گا	اس	رات	کا سویرا
روشنی	کی	تلاش	وہاں	کیونکر ہو سکتی	ہے ممکن
جہاں	دلوں	میں	ہو	انتہا	کا اندھیرا

بچپن کی بُری عادتیں

"اگر بچپن میں جھوٹ یا یا چوری وغیرہ کی بدعادات پڑ جائیں تو بڑے ہو کر اُن کو کتنے ہی وعظ اور نصیحت کئے جائیں، کتنا ہی سمجھایا جائے اور کتنی ہی ملامت کی جائے لیکن وہ ان افعال کو بُرا سمجھتے ہوئے بھی ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے ایسے لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور پھر روتے ہیں کہ ہم سے یہ غلطی ہو گئی، چوری کرتے ہیں اور پھر افسوس کرتے ہیں کہ ہم سے ایسا ہوا بلکہ میں نے دیکھا ہے انہوں نے خود ہی اپنی غلطی کو محسوس کر کے چوری کا اقرار کیا اور اس کا ازالہ بھی کر دیا۔ لیکن پھر بھی چوری کی عادت سے باز نہیں رہ سکتے۔ تو بچپن کی عادات انسان کے ساتھ جاتی اور باقی رہتی ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اس لئے بچپن میں بچوں کو اخلاق فاضلہ کی مشق کرانی چاہیے اس سے آئندہ نسلوں کے اخلاق کی حفاظت ہو جائے گی۔ یہ بچپن میں تربیت نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ کئی ایسے آدمی ہیں جو بہت مخلص اور نیک ہیں لیکن بے ساختہ اُن کے مُنہ سے گالیاں نکل جاتی ہیں۔ بعض مصنف ہیں جو مخلص ہیں لیکن باوجود احتیاط کے اُن کے قلم سے درشت الفاظ نکل جاتے ہیں اور جب سمجھایا جائے تو نہایت سنجیدگی اور متانت سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو کوئی سخت لفظ نہیں لکھا۔ یہ بچپن کی عادت کا نتیجہ ہے کہ وہ اس فعل کی مضرّتوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس سے بچ نہیں سکتے۔" (بحوالہ اوڑھنی والیوں کے لئے پھول۔ مرسلہ۔ حنا یاسمین صاحبہ۔ لندن)

اگر مختون ہے تو مسلمان ہے ورنہ کافر!

مولوی امیر بخش صاحب جو مولانا (ابوالکلام آزاد) کے شاگرد ہیں۔ مولانا کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ:۔

"افغانستان کی سرحد پر مولانا کو افغانوں نے پکڑ لیا۔ اور کہا تم جاسوس ہو۔ اس لیے ہم تم کو قتل کریں گے۔ ہزار منّتیں کیں اور یقین دلایا کہ مَیں جاسوس نہیں ہوں۔ لیکن انہوں نے ایک نہ مانی۔ آخر کار ان منچلے افغانوں نے یہ تو مان لیا کہ تم جاسوس نہیں ہو۔ لیکن پھر یہ سوال اٹھا دیا کہ تم کافر ہو، اور ہمارے ملک میں کافر کی سزا قتل ہے۔۔ مولانا نے ہر چند یقین دلایا کہ مَیں کافر نہیں ہوں، مسلمان ہوں۔ قرآن کی آیات پڑھیں، نماز سنائی۔ لیکن کسی نے نہیں مانا اور اس بات پر اڑے رہے کہ تم کافر ہو اور تم نے دھوکا دینے کے لیے نماز اور آیتیں وغیرہ یاد کر لی ہیں۔ آخر مولانا نے پوچھا! خدا کے لیے تم یہ تو بتاؤ کہ تمہیں کیسے یقین آ سکتا ہے کہ مَیں مسلمان ہوں اور کافر نہیں ہوں۔ وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ آخر ان میں سے ایک شخص جو کسی قدر زیادہ سمجھ دار تھا۔ بولا! یہ دیکھ لو کہ یہ شخص مختون بھی ہے یا نہیں، اگر مختون ہے تو مسلمان ہے ورنہ کافر۔ اس فیصلے کو سب نے تسلیم کر لیا۔ آخر کار ثابت ہو گیا کہ مولانا مسلمان ہیں اور کافر نہیں۔" (آب حیات کے لطیفے۔ صفحہ ۶۵۔۶۶)

پاکستان کے دلکش سیاحتی مقامات......!

تحریر: رانا اعجاز حسین چوہان

دنیا بھر میں سیاحت کا عالمی دن منانے کا مقصد سیاحت کا فروغ، نئے سیاحتی مقامات کی تلاش، ثارقدیمہ کو محفوظ بنانے، سیاحوں کے لئے زیادہ سے زیادہ اور جدید سہولیات پیدا کرنا، سیاحت کیلئے آنے والے شائقین کا تحفظ یقینی بنانے سمیت نئے سیاحتی مقامات تک آسان رسائی اور پوری دنیا کو یہ باور کرانا ہوتا ہے کہ سیاحت بین الاقومی برادری کے لئے ناگزیر ہے اور سیاحت سماجی، ثقافتی، اقتصادی اور تعلیمی حالات پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ سیاحت کے ذریعے سے ذہنی آسودگی اور بہت سے جسمانی ونفسیاتی امراض سے نجات ممکن ہو سکتی ہے۔ جبکہ اللہ ربّ العزت نے اہل پاکستان کو انتہائی خوبصورت خطہ سرزمین سے نوازا ہے جہاں ایڈونچر سے بھرپور ٹورازم، قدرتی حسن وخوبصورتی کے مناظر سے مزین مقامات کے علاوہ مذہبی وتاریخی مقامات کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ سرزمین پاکستان کے قدرتی مناظر میں ساحل سمندر سے لے کر آسمان کو چھوتی برف پوش پہاڑی چوٹیاں، خوبصورت آبشاریں، چشمے وجھرنے، سرسبز گھنے جنگلات سے بھرے پہاڑ اور وادیاں، خوابوں سے بھری رومان خیز جھیلیں اور وسیع وعریض دنیا کے مشہور صحرا شامل ہیں۔ یہاں اولیاء اللہ کے مزارات، ہندوؤں کے تاریخی مندر، سکھوں کے قدیم مذہبی مقامات اور بدھ مت کی تاریخی نشانیاں ٹیکسلا اور گندھارا کی قدیم تہذیبوں کی علامتیں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ صدیوں پرانی تہذیب کے آثار قدیمہ، ثقافت اور صوفی ازم بھی سیاحوں کی خصوصی دلچسپی کا مرکز ہیں۔ ملک کے دلکش قدرتی مناظر کے بیشتر علاقے صوبہ سرحد اور شمالی علاقہ جات میں واقع ہیں ان میں مشرق کے سوئٹزرلینڈ وادی سوات کے علاوہ رومان پرور وادی کاغان، گلیات، وادی کیلاش، وادی ہنزہ، شنگریلا وغیرہ ملکی وغیر ملکی سیاحوں کی خاص توجہ کا مرکز ہیں۔ پاکستان میں سیاحت کو سب سے زیادہ فروغ 1970ء کی دہائی میں ملا جب ملک تیزی سے ترقی کی راہ پر گامزن تھا، اور دیگر شعبوں کی طرح سیاحت بھی اپنے عروج پر تھی اور بیرون ممالک سے لاکھوں سیاح پاکستان آنا شروع ہوئے۔ اُس وقت پاکستان کے سب سے مقبول سیاحتی مقامات میں درّہ خیبر، پشاور، کراچی، لاہور، سوات اور راولپنڈی جیسے دیگر علاقے شامل ہوا کرتے تھے، وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کو ملک میں مذید خوبصورت علاقوں کی معلومات ہوتی رہی اور سیاحت کا سفر تیزی سے جاری رہا، آج پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں سیاحت سب سے زیادہ ہے۔ شمالی علاقوں میں گلگت بلتستان، خیبر پختونخوا، آزاد کشمیر، اور شمال مغربی پنجاب شامل ہیں۔ پاکستان کے ان شمالی علاقہ جات میں قدرت کے بے شمار حسین نظارے موجود ہیں، کے ٹو، نانگا پربت، چترال، اسکردو، گلگت، ہنزہ، سوات، ہزارہ، مری اور کشمیر کے پہاڑی سلسلے سیاحوں کے لئے کشش کا باعث ہیں۔ ڈیرہ غازیخان کے قریب واقع فورٹ منرو کا صحت افزاء مقام اس کے علاوہ مختلف شہروں میں موجود قدیم تایخی قلعے، تاریخی مقامات، آثار قدیمہ عمارتیں، وادیاں، دریا، ندیاں، جنگلات، جھیلیں اور بہت کچھ موجود ہے۔ پاکستان کا شمار جغرفیائی محل وقوع کے اعتبار سے دنیا کے ان خوش قسمت ممالک میں ہوتا ہے جہاں ایک جانب بلند و بالا پہاڑ ہیں تو دوسری جانب وسیع وعریض زرخیز میدان بھی ہیں، دنیا کے بیشتر ممالک میں ایک بھی دریا نہیں بہتا جبکہ سرزمین پاکستان پر 17 بڑے دریا بہتے ہیں، یہاں سبزہ زار بھی ہیں اور ریگ زار بھی، وطن عزیز میں چاروں موسم آتے ہیں اور اپنی چھب دکھاتے ہیں۔ قدرت نے یہاں ہر قسم کی زمین اور آب وہوا دی ہے۔ پاکستان میں مختلف لوگوں کی مختلف میٹھی زبانیں اور رسم و رواج ہیں جنہوں نے پاکستان کو بہت سے رنگوں کا گھر بنادیا ہے۔ ریگستان، سرسبز ہریالی کے علاقے، پہاڑ، جنگلات، گرم علاقے، سرد علاقے، خوبصورت وادیاں، جزائر، الغرض ہر مزاج کے ملکی اور غیر ملکی سیاحوں کے لئے قدرت نے یہاں دل پذیری و آنکھوں کو خیرہ کرنے کا بھرپور انتظام رکھا ہے۔ (باقی مضمون صفحہ ۵۲ پر ملاحضہ فرمائیں)

باتبصرہ خبریں

پیشوا انٹرنیشنل۔ نیوز ڈیسک

گورنر ہاؤس اور عوام

عمران خان حکومت نے اپنا ایک اور نامعقول وعدہ پورا کرتے ہوئے گورنر ہاؤس سندھ، پنجاب اور مری عوام کے لیے کھول دیے۔ سب سے پہلے سندھ گورنر ہاؤس کو عوام کے لیے کھولا گیا۔ سندھ گورنر ہاؤس میں عوام کی بے ہودہ آمد سے گورنر ہاؤس کا حلیہ بگڑ گیا۔ شیشے توڑ دیے گئے، گندگی کے ڈھیر لگ گئے، پھلدار درختوں سے بے دردی کے ساتھ پھل توڑے گئے۔ لاوارث گورنر ہاؤس اجڑے گلشن کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اسی طرح کا حشر گورنر ہاؤس پنجاب کا کیا گیا، یہاں ایک جھیل پر بنا پل بھی توڑ دیا گیا۔

پاکستانی سیاستدانوں کی طرح ان سیاستدانوں کو زندہ باد اور مردہ باد کہنے والے عوام بھی نہ زندوں میں ہیں اور نہ مردوں میں۔ یہ نیم مردے تبدیلی چاہتے ہیں مگر تبدیلی کے مفہوم سے بھی ناآشنا ہیں۔ ان زندہ لاشوں کو کبھی سیاستدان اٹھا کر جلسہ گاہوں میں بٹھا دیتے ہیں اور کبھی مولوی مساجد یا میدانوں میں جمع کر کے انہیں اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ نیم پاگل کبھی ماتم کرتے ہیں اور کبھی ہنستے بستے گھروں کو ماتم کدوں میں تبدیل کرتے ہیں۔ بے شعوری اور جہالت کی انتہا ہے کہ یہی عوام مذہب کے نام پر سانپوں میں تبدیل ہو جاتی ہے، دن رات انسانیت کو خود ڈستے ہیں اور انسانیت کے علمبردار نبی کریم ﷺ سے نام نہاد محبت کے نام پر بھیڑیے بن جاتے ہیں۔ حسن نثار نے سچ کہا تھا کہ ''پاکستانی قوم، قوم نہیں ہجوم ہے اور ہجوم بھی وہ جس میں سانپ چھوڑ دیا گیا ہو۔''

اس ہجوم کو نہ کھانے کی تمیز ہے اور نہ بولنے کا سلیقہ، نہ برداشت ہے اور نہ صبر، مذہبی جنونیت آسمان کو چھوتی ہوئی اور عمل زیرو ہے۔ ان کی نظر میں ہر بدگو، ملاوٹی، جھوٹا، زانی، رشوت خور، یتیموں اور بیواؤں کا مال کھانے والا، شرابی، جواری، معصوم چھوٹے بچوں سے زیادتی کرنے والا، بجلی، پانی چوری کرنے والا، ناجائز قبضہ کی زمین پر مسجد بنانے والا اور دوسری تمام برائیاں کرنے والا مسلمان بہرحال جنتی ہے اور باقی روئے زمین کے تمام انسان بیان کردہ اور نابیان کردہ اچھائیاں ہونے کے باوجود کافر اور جہنمی ہیں۔

اللہ تعالیٰ میری قوم کی زندہ لاشوں کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

ججز، فوج اور احتساب

وفاقی وزیر قانون فروغ نسیم نے کہا ہے کہ ججز اور فوج کو احتساب کے دائرے میں ہرگز نہ لایا جائے۔

جناب فروغ نسیم نے یہ بات کہہ کر قوم کی کیا خدمت کی ہے ہم نہیں جانتے، مگر یہ جانتے ہیں کہ فوج اور عدلیہ نہایت طاقتور دو ادارے ہیں اور ان سے کسی حکومت کا پنگا لینا اپنی موت کو آواز دینا ہے۔ پاکستان کی چھوٹی سی تاریخ گواہ ہے کہ جو بھی ان اداروں سے ٹکرایا وہ پاش پاش ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجیب الرحمان نے عام انتخابات جیتنے کے بعد پاکستان کے وزیراعظم بننے کا جائز حق مانگا تو اس کے حق مانگنے کا انداز فوجی حکمران کو پسند نہیں آیا اور قائداعظم کا ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ جنرلوں کو بھٹو پسند نہیں تھا، عدلیہ نے پھانسی دے دی۔ ابھی حال ہی میں جنرلوں کی آنکھوں میں چبھنے والا تیسری مرتبہ کرسی گنوا بیٹھا ہے۔ اس تناظر میں فروغ نسیم کا بیان اور سوچ دانشمندانہ لگتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری نظر میں جب تک جنرلوں اور ججوں کا احتساب نہیں ہوگا، بربادحالی ہمارا مقدر بنی رہے گی اور امن اور خوشحالی کا پھول بنا کھلے ہی مرجھاتا رہے گا۔

کلثوم نواز مادر جمہوریت ہے؟

گزشتہ دنوں بیگم کلثوم نواز شریف طویل علالت کے بعد وفات پا گئی تھیں۔ ان کا جنازہ لاہور لایا گیا اور نماز جنازہ مشہور مولوی و مفتی طارق جمیل نے پڑھائی۔ بیگم کلثوم نواز کو ن لیگیوں نے مادر جمہوریت کہہ کر نجانے کس کا مذاق اڑایا ہے، ماں کا یا جمہوریت کا۔ مادر جمہوریت، یعنی جمہوریت کی ماں۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جمہوریت کو جنم دینے والی ماں مگر بہت پہلے بیگم نصرت کو بھی مادر جمہوریت قرار دیا گیا تھا۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ کلثوم نواز مادر جمہوریت کیونکر بن گئیں۔ ویسے کل تک لوگ نواز شریف کو چور کہتے تھے اور آج ن لیگی نصرت بھٹو کا مادر جمہوریت کا خطاب چوری کر کے مرحومہ کلثوم کی روح کو تکلیف دے رہے ہیں۔ ہمیں یہ بھی سمجھ نہیں آتی کہ ان دونوں خواتین نے ایسا جمہوریت کے لیے کیا کیا

تھا کہ انہیں مادرِ جمہوریت کہا جائے۔ یہ سوال بھی ابھی تک لا جواب ہے کہ کیا پاکستان میں جمہوریت نامی سنہری چڑیا موجود بھی ہے؟ ہم نے محترمہ کلثوم نواز کی کتاب جبر اور جمہوریت میں ان کی تقاریر پڑھی ہیں، یہ تقاریر پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ان کا سیاسی نظریہ نواز شریف کے گرد گھومتا تھا یا مذہب کے گرد طواف کرتا تھا۔ جب نواز شریف اقتدار کی کرسی پر براجمان ہوتے تھے تو بیگم کلثوم نواز مذہب کی بجائے سیاسی ہو جاتی تھیں، اور جب اقتدار نواز شریف سے چھن جاتا تو محترمہ مذہب کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتی تھیں، مشرف دور میں انہوں ختم نبوت کو خاص طور پر مشرف کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ ختم نبوت کارڈ کھیلنا ن لیگ نے محترمہ سے سیکھا ہے۔ ن لیگیوں کی مادر جمہوریت نے مشرف دور میں ختم نبوت کارڈ کھیلتے ہوئے مشرف کا ساتھ دینے والوں کو کہا تھا:۔

''میں بقول عطاء اللہ شاہ بخاری ان سے پوچھ رہی ہوں کہ محشر کا میدان ہو گا، اللہ کے حضور حاضری ہوگی اور ہم حضور اقدس ﷺ کی شفاعت کے منتظر ہوں گے۔ اگر وہاں کسی نے پوچھ لیا کہ خطہ پاکستان کے مسلمانو! تم نے میری رضا کے لیے کیا کام کیے اور جن میرے محبوب ﷺ کی ختم نبوت پہ ڈاکے ڈالے گئے تو تم نے کیا قربانیاں دیں؟ تم اپنے ضمیر کو تو تسلی دے سکتے ہو مگر روزِ محشر کا بوجھ کم نہیں کر سکتے۔''

کلثوم نواز نے مولویوں اور عوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:۔

آج علماء و مشائخ بلکہ تمام مسلمانوں پر فرض ہو گیا ہے آج ملک کے ساتھ جو سازش ہو رہی ہے اسے بے نقاب کریں۔ یاد رکھو نفاذ شریعت ہی ہمارا مقصد اور ہماری منزل ہے۔۔۔۔ وفاقی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود احمد غازی یہ کہہ رہا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینا ایک جذباتی فیصلہ تھا۔ کیا یہ توہین رسالت نہیں ہے؟۔۔۔۔ آج پیر مہر علی شاہ صاحبؒ (گولڑوی) کی روح کس قدر کرب میں ہو گی کہ تحفظ ختم نبوت کا جو مشن انہیں گنبد خضریٰ سے سونپا گیا تھا۔ آج اس تحفظ ختم نبوت پر حکومت نے ۱۲ اکتوبر کو پاکستان کے آئین کو ختم کر کے براہ راست حملہ کیا گیا ہے۔۔۔۔ آج میں سرفروشان اسلام کی دھرتی صوبہ سرحد میں کھڑی ہو کر یہ اعلان کرتی ہوں کہ اب گھر گھر غازی علم دین شہید پیدا کرنے ہوں گے، علماء کو اپنے فروعی اختلافات بھلا کر ناموس رسالت ﷺ کے لیے متحد ہونا پڑے گا۔۔۔۔ آج علماء اگر ون پوائنٹ ایجنڈا ختم نبوت پر اکٹھے نہ ہوئے تو یاد رکھو! قیامت کے دن کس منہ سے حضور پاک ﷺ کی شفاعت کی بھیک مانگو گے۔۔۔۔ میری دعا ہے

کہ اس تاریخی علماء کنونشن میں بیٹھے ہوئے تمام علماء پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اور بالخصوص مولانا عبدالستار نیازی اور مولانا مودودی پر، جن کی تحفظ ختم نبوت کے لیے خدمات اور قربانیوں کو ہم کبھی بھلا نہیں سکتے۔۔۔۔ تمام علماء کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ نظریہ پاکستان اور تحفظ ختم نبوت کے لیے ۱۹۵۳ء کی طرح متحد ہو کر اللہ کے ہاں سرخرو ہوں۔۔۔۔ (جبر اور جمہوریت)

اور جونہی نواز شریف جیل سے سعودی عرب منتقل ہوئے، محترمہ کی قادیانیوں سے دشمنی دم توڑ گئی، تحفظ ختم نبوت کا جوش ختم ہو گیا اور کلثوم نواز پھر مرنے تک کبھی سیاسی یا مذہبی فورم پر دکھائی نہ دیں، انتہائی بیمار حالت میں انہیں ضمنی انتخاب میں ممبر اسمبلی بنوایا گیا، وائے قسمت حلف اٹھائے بغیر ہی دنیا سے اُٹھ گئیں۔ محترمہ سچی بات ہے فقط مادرِ حسن، حسین، مریم۔۔ تھیں اور زوجہ نواز شریف تھیں۔ اللہ مرحومہ کو معاف کرے اور لواحقین کو صبر دے۔

وزیر اعظم کا کتا ''موٹو''

عمران خان کے وزیر اعظم بنتے ہی ان کے کتے موٹو کے بھی وارے نیارے ہو گئے ہیں۔ بلاشبہ عمران خان اور ان کے کتے کی شان و شوکت کو چار چاند لگانے والی خاتون اول قرار پانے والی محترمہ بشریٰ بی بی عرف پنکی ہیں۔ محترمہ نے ننگے پاؤں لاہور سے پاکپتن بابا فرید شکر گنج کے مزار پر جا کر روحانی درجات اور باطنی علوم تک رسائی حاصل کر رکھی ہے۔ ایسی عالمہ کے لیے موٹو سے کراہت بے وجہ نہ تھی، چند دن وہ موٹو سے اکھڑی اکھڑی رہیں۔ خاتون اول نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ ایک دن جبکہ وہ جائے نماز پر نماز پڑھنے لگی تھیں کہ موٹو ان کی طرف بڑھا تو میں نے اس غرض سے کہ جائے نماز پر نہ آ جائے اسے سختی سے پرے کر دیا۔ جس پر موٹو چلا گیا۔ نماز کے بعد دیکھا کہ وہ صوفہ کے پیچھے بیٹھا رو رہا تھا، اس کی آنکھوں میں پانی تھا، بس اس دن سے وہ میرا دوست بن گیا، اب میں جہاں بھی جاتی ہوں موٹو میرے ساتھ ہوتا ہے۔ موٹو کی طرح جناب وزیر اعظم بھی ہیلی کاپٹر پر دفتر آتے جاتے ہیں، جب وزیر اعظم گاڑی میں سفر کرتے تھے تو موٹو کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ اس کا یہ حل نکالا گیا ہے کہ سرکاری نمبر پلیٹ والا سرکاری ڈالہ موٹو کے آنے جانے کے لیے مختص کر دیا گیا ہے اب وزیر اعظم کا کتا موٹو وزراء جیسی رعونت سے (بقایا صفحہ ۲۹)

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا محبوب شہر ''مدینہ منورہ'' (2)

حسن خان۔لندن

گزشتہ شمارہ میں مدینہ منورہ میں موجود چند مشہور مساجد کا ذکر ہوا تھا، چند مزید مساجد کے متعلق معلومات درج ذیل ہیں۔

مسجد غمامہ (مصلی): ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کی نماز یہاں ادا فرمائی تھی۔اس مسجد کی تجدید متعدد بار ہوئی۔عثمانی فرمانروا سلطان عبد المجید نے 1275 ھجری اور 1858ء میں اس کی تعمیر نو کی اور ابھی تک یہ اسی حالت میں ہے۔

مسجد ابو بکر صدیقؓ: یہ مسجد نبوی کے جنوب مغرب میں 100 میٹر کی دوری پر واقع ہے۔ایک روایت میں ہے کہ اس جگہ پر آنحضرت ﷺ نے عید کی نماز ادا فرمائی تھی۔آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی عید کی نماز ادا کی۔جس کی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد ابو بکر صدیق ہے۔

مسجد عمر بن خطابؓ: اس مسجد کی تعمیر شمس الدین محمد بن احمد السلاوی نے 1446ء میں کرائی۔اس مسجد کی تجدید کا کام عثمان فرمانروا عبد المجید اوّل نے 1849ء میں کروایا۔اس کی تعمیر پتھروں سے کی گئی ہے۔

مسجد علی بن ابی طالبؓ: یہ مسجد نبوی کے شمال مغرب میں تقریباً 300 میٹر کی دوری پر واقع ہے۔روایت ہے کہ اس جگہ پر بھی آنحضرت ﷺ نے نماز عید پڑھائی تھی۔اور حضرت علی بن ابی طالبؓ نے بھی یہاں نماز عید پڑھائی۔سب سے پہلے اس مسجد کی تعمیر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد مبارک 712 ہجری میں ہوئی۔اس کی بھی متعدد بار تجدید ہوئی۔

مساجد فتح: سلع پہاڑ کی مغرب سمت میں مختلف ناموں کی چھوٹی چھوٹی 6 مساجد ہیں۔پہلے اس کا نام مسجد فتح (یا مساجد فتح) تھا مگر اس وقت یہ ''مساجد سبعہ'' (سات مساجد) کے نام سے معروف ہے۔ان میں سے مشہور مسجد فتح ہے۔جہاں پر جنگ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ کا خیمہ لگایا گیا تھا۔اور آپؐ نے تین دن تک اسی جگہ پر کامیابی کی دعائیں فرمائی تھیں۔اس کے ساتھ ساتھ بقیہ مساجد تھوڑی تھوڑی دوری پر واقع ہیں۔مگر ان سب مساجد کے قریب ایک بڑی مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کا نام مسجد خندق رکھا گیا ہے۔

مدینہ منورہ کے چند مشہور مقامات

جرف: یہ مقام مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں واقع ہے۔اور مسجد نبوی سے تقریباً 7 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔نہر وادی عقیق یہیں سے گزرتی ہے۔

حمراء الاسد: یہ جگہ مدینہ منورہ سے جنوب مغرب میں اور مسجد نبوی سے 16 کلو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔یہ جگہ اس لئے مشہور ہے کہ غزوہ احد سے فارغ ہو کر جب آپ کفار کے تعاقب میں تشریف لے گئے تو یہاں پر آپؐ نے پڑاؤ ڈالا اور تین دن قیام فرمایا۔

اسغابہ: یہ مدینہ منورہ کے شمال میں پست علاقہ ہے۔اس میں وادیاں اور چشمے ہیں۔غابہ (جنگل) اس لئے کہا جاتا ہے۔اس علاقہ میں آنحضرت ﷺ کی 6 ہجری میں اونٹنیاں چرائی گئیں تھیں عیینہ بن حصن فزاری شخص غطفان کے لوگوں کے ساتھ مل کر اونٹنیوں کو ہنکا کر لے گیا اور ان کی چرواہی پر معمور شخص کو قتل کر دیا۔معلوم ہونے پر مسلمانوں نے اس کا پیچھا کیا اور جانوروں کو ان سے چھڑوا لیا۔اس واقعہ کو پھر غزوہ غابہ قرار دیا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کے طبعی آثار

نمبر ا۔جبل اُحد۔ یہ پہاڑ مسجد نبوی کے شمال میں ساڑھے چار کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔اس کی لمبائی آٹھ کلومیٹر اور عرض دو سے تین کلومیٹر کے درمیان ہے۔اس کی سب سے بلند چوٹی 300 میٹر ہے۔اس پہاڑ سے مسلمانوں کو گہری عقیدت ہے۔اس کے دامن میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان مشہور غزوہ احد 2 ہجری میں پیش آیا تھا۔حضرت امام بخاری نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں''۔

نمبر ۲۔جبل عینین (رماۃ پہاڑی): یہ پہاڑ جبل احد کے جنوب مغرب کے نزدیک واقع ہے۔احد کا معرکہ اس جگہ پر واقع ہوا تھا۔اس پہاڑی کی لمبائی 180 میٹر ہے اور چوڑائی 40 میٹر۔اسی کے نیچے سے وادی قناۃ نکلی ہے۔

نمبر ۳۔جبل عَیر: یہ پہاڑی مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔مسجد نبوی سے اس کا فاصلہ آٹھ کلومیٹر ہے، اس کا طول دو ہزار میٹر اور عرض 70 میٹر۔اس کا اوپر کا حصہ ہموار ہے اس لئے اس کو گدھے کی پشت سے تشبیہ

عَمیر کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مدینہ کی حد قرار دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مدینہ عَمیر اور ثور کے درمیان حرم ہے۔

نمبر۴۔جبل سلع: یہ پہاڑ مسجد نبوی کے مغرب میں 5 کلو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اس کا طول ایک ہزار میٹر اور عرض تین سو سے آٹھ سو میٹر کے درمیان ہے۔ اس کی بلندی 80 میٹر ہے۔ اس کی بعض چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں مشرق اور مغربی جانب پھیلی ہوئی ہیں۔ اس پہاڑ کے مغربی دامن میں غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے خیمہ نصب فرمایا تھا نیز اس پہاڑ کے دامن میں صحابہ کرامؓ کے بھی خیمے نصب تھے۔

مدینہ منورہ کی وادیاں

نمبر۱۔وادی بطحان: یہ مدینہ منورہ کی سب سے بڑی وادی ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی نالیوں سے ملکر ایک بڑی وادی کی شکل میں تبدیل ہوئی ہے جن میں سے بعض نالیاں درجہ ذیل ہیں:۔

نمبر۲۔وادیٔ رانوناء: یہ وادی مدینہ منورہ کے شمال میں ایک پہاڑ کی گھاٹی سے شروع ہوتی ہے اور شمال کا رُخ اختیار کرتی ہوئی محلّہ قباء اور اس کے باغوں میں سے گزرتی ہوئی قربان علاقے سے ہوکر مغرب میں وادی بطحان کے نالے میں جا گرجاتی ہے۔ اس طرح وادی بطحان کا جزو بن جاتی ہے۔ مسجد قباء سے شمال میں 900 میٹر کی دوری پر اس کا محل وقوع ہے۔ وادی رانوناء کی نالی بھی موجود ہے تاہم اس کے بعض حصے ختم ہو چکے ہیں۔

نمبر۳۔وادی قناۃ (الشظا): یہ بھی مدینہ منورہ کی بڑی وادیوں میں سے ایک ہے۔ مدینہ کے شمال مشرق سے یہ مدینہ میں آتی ہے اور احد پہاڑ کے جنوب سے مغرب کو ہوتی ہوئی تھوڑی سی شمال کو مُڑ کر مجمع اسیال (زعابہ) کے مقام پر وادی عقیق بن جاتی ہے۔ تاریخی کتب میں مذکور ہے کہ جب 1926ء میں مدینہ منورہ کی شمالی پہاڑیوں میں آتش فشاں لاوہ اُبلا تھا تو اس وادی کا رُخ مدینہ کی بجائے شمال کی جانب ہوگیا تھا۔ اس لئے اس کے بہاؤ کی جگہ پر آتش فشاں پہاڑوں کے پتھر جمع ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے اس کے بہنے کا رُخ تبدیل ہوگیا۔ اور اس کے خلف میں ایک بڑا تالاب بن گیا جو چند سال تک باقی رہا۔ پھر عاقول کے علاقے میں ایک دیوار بنادی گئی جس کے بعد سے پانی کی خاصی مقدار یہاں جمع ہو جاتی ہے اور بارش کا پانی یہاں کئی ماہ تک ٹھہرا رہتا ہے۔

مدینہ منورہ کے علمی وثقافتی اور فلاحی ادارے

مدینہ میں کئی علمی وثقافتی ادارے ہیں۔ جن کی خدمات اہل مدینہ کو حاصل ہیں۔ اور ان کا فیض دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچتا ہے۔ جن میں چند درجہ ذیل ہیں۔

نمبر۱۔مرکز سے مدینہ منورہ سے متعلق ایک عظیم کتب خانہ تیار کیا ہے جس میں وہ سب کتب جمع کی گئیں ہیں جو اس شہر مبارک کے متعلق ہیں۔

نمبر۲۔مدینہ منورہ سے متعلق تمام معلومات کا سوفٹ ویئر تیار کیا گیا ہے۔

نمبر۳۔مدینہ منورہ سے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے عربی اور انگلش دونوں زبانوں میں سوفٹ ویئر تیار کی گئی ہے al-madina.org ۔

نمبر۴۔مدینہ منورہ کے متعلق تقریباً 33 کتب شائع کی جاچکی ہیں۔

نمبر۵۔مرکز سے ایسی وڈیو فلمیں اور سی ڈیز CD اور پروگرام تیار کئے گئے ہیں جو اس مبارک شہر کے متعلق معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔

نمبر۶۔عثمانی دور کی دستاویزات جو مدینہ منورہ کے متعلق تھیں سب کمپیوٹر میں محفوظ کردی گئی ہیں۔ جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔

نمبر۷۔مدینہ منورہ کے ایسے نقشے تیار کرائے ہیں جن سے مدینہ منورہ کے ماضی کے مختلف ادوار کا ایک خاکہ سامنے آجاتا ہے۔

نمبر۸۔عثمانی دور کے وثائق اور دستاویزات کو جو مدینہ منورہ سے متعلق تھیں کمپیوٹر میں محفوظ کردیا گیا ہے۔ جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔

علاوہ ازیں اس علمی وثقافتی ادارے نے مندرجہ ذیل فلاحی کام سرانجام دیئے ہیں:۔

نمبر۱۔شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ پریس: یہ پریس قرآن کریم کی مختلف قراءات کا جائزہ لیتا ہے نیز قرآن کریم کی طباعت اور نگرانی کرتا ہے۔ اس ادارے کی سالانہ پروڈکشن تقریباً ایک کروڑ تیس لاکھ قرآن کریم کے نسخے ہیں اس کے علاوہ قرآن مجید کے نسخہ جات کی پرنٹنگ کیلئے پریس اور جلد سازی وغیرہ سب شامل ہیں۔

شاہ عبد العزیز لائبریری: مسجد نبوی کے مغرب میں صحن کے ساتھ ہی یہ لائبریری ہے۔ جس کا افتتاح 1983ء میں ہوا۔ اس میں مختلف علوم وفنون کی کتب ہیں جن کی تعداد 25,000 ہے اور جدید کتابیں بھی اس میں ہیں جن کی تعداد 58132 کے لگ بھگ ہے۔ اس لائبریری میں قرآن کریم کے پرانے نسخے 1095ء سے تیرھویں صدی کے آخر تک کے نسخہ جات اس میں موجود ہیں۔ اس لائبریری کے کھلنے کے اوقات صبح ساڑھے سات بجے سے اڑھائی بجے تک اور شام چار بجے سے رات دس بجے تک ہیں۔ اس میں خواتین کیلئے علیحدہ خاص جگہ بنائی گئی ہے۔

مسجد نبوی کا کتب خانہ: یہ کتب خانہ مسجد نبوی کے اندر ہے۔ اس میں کئی

ریڈنگ رومز ہیں۔ یہ لائبریری ساڑھے سات بجے صبح سے عشاء کے بعد تک کھلتی ہے۔

اقتصادی معلومات کا شہر

یہ ایک شاندار ترقیاتی منصوبہ ہے جس پر فی الفور کام جاری ہے جو کہ مسجد نبوی کے مشرق میں 5 کلومیٹر کے فاصلہ پر بنایا جا رہا ہے جس میں جدید اقتصادی اور سائنسی ادارے شامل ہونگے، مثلاً یونیوسٹیاں، انسٹیچوٹس نئے طرز کے سکول تربیتی مراکز،، ہسپتال، دفاتر، دقیق سائنسی آلات کے لئے صنعتی کیمپلکس وغیرہ۔ اسی طرح اس میں جدید رہائشی محلے، سبز میدان، پارک، کھیل کے میدان، عجائب گھر اور بڑے بڑے تجارتی مراکز بھی ہونگے۔ اس اقتصادی معلوماتی شہر کو ٹرین کے ذریعہ مسجد نبوی سے جوڑ دیا جائے گا۔ جس سے مکہ مکرمہ اور جدہ آنے جانے کی آسانی ہوگی۔ جس سے مقامی اور زائرین مستفید ہونگے۔

مدینہ منورہ کے معلمین کا مقامی ادارہ: یہ معلمین کی مقامی تنظیم ہے جو اُن افراد پر مشتمل ہے جن کے اباواجداد نے ماضی میں حجاج کی خدمت کی ہو۔ ان میں صرف وہ لوگ شامل ہیں جو دیندار اور علم و سنجیدگی سے متصف ہوں۔

اس ادارہ کی ایک انتظامی کمیٹی ہے جو انتظامات اور حجاج کرام سے متعلق امور کو تربیت دیتی ہے اور حج کے تعاون اور ان کی سرپرستی میں مدد کرتی ہے۔ جن میں حجاج کرام کی رہائش، ٹرانسپورٹ، مواصلات اور ان کے استقبال و رخصت سے متعلق امور کی نگرانی کے ساتھ ساتھ ان کی صحت، ادویات، علاج معالجہ اور وفات پاجانے پر ان کی تدفین وغیرہ سے متعلق ذمہ داری بھی ادا کرتی ہے۔ اس ادارہ کا نام (خدمت الحاج شرف و امانۃ و مسئولیہ) ہے۔

سیرۃ نبوی ایکزیویشن: اس ایکزیویشن میں پیدائش سے وفات تک مکّی اور مدنی دونوں زمانوں میں آنحضرت ﷺ کے حسب ونسب، آپؐ کی پیدائش، نشوونما، نبوت سے پہلے اور بعد کی زندگی، ہجرت کے واقعات نیز مدینہ منورہ کا پہلا اسلامی معاشرہ کیسے وجود میں آیا۔ ان سب کے بارہ تفصیلی معلومات پیش کی گئی ہیں۔ نیز امہات المومنین کی زندگی اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی طرز زندگی، احادیث کی روایات میں ان کے کردار پر ٹھوس معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ یہ ادارہ مسجد نبوی کی بونڈری کے مغربی جانب ملک سعود کے گیٹ کے سامنے واقع ہے۔

مدینہ منورہ ایکزیویشن کے بارہ مزید یہ بھی ہے کہ اس میں ابتداء سے سعودی زمانہ تک مدینہ منورہ کی تاریخ کے اہم پہلو پر روشنی بھی ڈالی گئی ہے۔ اس ادارہ میں رسول اللہ ﷺ کے آخری زمانہ میں مدینہ منورہ کے شہری حالات، آبادی کی تقسیم اور کچھ اہم یادگاروں پر مشتمل ہے۔ اس طرح اس میں مسجد نبوی کی تعمیر کی تاریخ اور عہد نبوی سے سعودی حکومت تک ہونیوالی توسیع کے مختلف مراحل اور اہم یادگاروں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

تعلیمی ادارے: 1961ء سے مدینہ منورہ یونیورسٹی (جامعۃ الاسلامیہ) قائم ہوئی جس میں دنیا بھر کے طلباء کو تعلیم کی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔ اس میں تعلیم کے حصول کے علاوہ ریسرچ اور مقامی اور انٹرنیشنل معاشرہ کی خدمات کا کام بھی ہوتا ہے۔ اس میں شعبہ جات میں قرآن مجید و اسلامیات، حدیث شریف کالج، شریعت اسلامی کالج، دعوت واصول دین کالج، عربیہ کالج، سائنس کالج، کمپیوٹر سائنس، انجینیئرنگ نیز غیر عرب عوام کے لئے عربی زبان سیکھنے کا شعبہ، ہائی سکولز، میڈیکل کالج، فارمیسی کالج اور مینجمنٹ وغیرہ تعلیمی ادارے۔ اس یونیورسٹی سے گریجویشن، ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی جاتی ہے۔ یہاں سے دو بڑے علمی میگزین بھی شائع کئے جاتے ہیں جن میں جامعہ اسلامیہ میگزین اور علوم عقیدہ کا میگزین شامل ہیں۔

طبیہ کالج: 20004ء سے چند دیگر کالجوں کو ضم کر کے طبیہ یونیورسٹی کی تشکیل ہوئی، جس میں طبیہ کالج، آرٹ وانسانی علوم کالج، بزنس ایڈمنسٹریشن کالج، لاء کالج، سائنس و میڈیکل کالج، ڈینٹل کالج نرسنگ کالج اور بے شمار شعبہ جات کے کالجز کھولے گئے ہیں۔ جس میں 2013ء تک تعلیمی سال میں لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد 60055 کے لگ بھگ رہی۔

پیشہ ورانہ تعلیمی ادارے: اس ادارے کے تحت بہت سے کالجز اور ٹیکنیکل ادارے کھولے گئے۔ جس میں طلباء کے لئے ٹیکنیکلی، مینجمنٹ، کمپیوٹر ٹیکنالوجی، الیکٹرک الیکٹرانک ٹیکنالوجی ادارے ہیں۔ اس طرح سیاحت کالج وغیرہ جس میں تعلیم پانے والے طلباء کی تعداد 5147 کے قریب ہے۔

مدینہ منورہ میں میڈیکل لائن میں ترقیات اس ادارے کے تحت امراض سے بچاؤ کی تدابیر اور باقاعدہ اعلاج معالجہ کی سہولیات میسر ہیں۔ جس میں صحت کی فضا قائم رکھنے اور اس سے متعدی بیماریوں سے بچاؤ کے علاوہ سڑکوں کی صفائی، میدانوں کی صفائی، زہریلے جراثیم ختم کرنے کیلئے دواؤں کا استعمال۔ نیز کھانے پینے کی اشیاء کی نگرانی اور ان کی مناسب چیکنگ، بالخصوص حج اور رمضان کے موقعوں پر جبکہ بڑی تعداد میں زائرین یہاں آتے ہیں۔

''تاحیات نااہلی''

تحریر: نصیر احمد۔ لندن

طالب علمی کے دور میں ہماری خواہشات اور خوابوں کی فہرست اتنی لمبی تھی جتنی زرافے کی گردن لمبی ہوتی ہے۔ لیکن سن شعور کو پہنچ کر اندازہ ہوا کہ ستر سے پچھتر فیصد خواہشات انتہائی فرسودہ اور بے معنی تھیں کیونکہ لڑکپن میں انسان کی خواہشات اور خوابوں پر کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ لیکن ہمیں اچھی طرح سے یاد ہے کہ ہمیں سرکاری افسر بن کر سرکاری دفتر میں کام کرنے کی خواہش بالکل نہ تھی۔ خاندان کے تمام تر بزرگوں کی مفصّل اور زیرک تقاریر اور لعن طعن سننے کے بعد ہم نے نہ چاہتے ہوئے بھی سرکاری ملازمت اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا۔ کچھ اکابرین نے سرکاری ملازمت کے فضائل پر جب اپنی ماہرانہ رائے کا اظہار کیا تو ہمارے دل میں شوق اور ولولہ بڑھ گیا کیونکہ یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے ساری زندگی سرکاری ملازمت کی اور دو ٹکے کا کام تک نہ کیا مگر حرام خوب کمایا۔ گو کہ ہم حرام کھانے اور کمانے کے حق میں نہیں تھے لیکن طبیعت کے اندر پرندوں کی سی آزادی اور کچھ دوسرے جانداروں کی طرح سستی اور کاہلی کے عناصر کی وافر مقدار میں موجودگی نے ہمیں قائل کر لیا کہ ہم سرکاری ملازمت کے لیے موزون ترین شخص ہیں۔

تعلیم کے گھناؤنے بوجھ سے جان چھڑانے کے بعد ہم نے سرکاری نوکری کی تلاش شروع کر دی اور ساتھ ساتھ اپنے آپ کو جسمانی اور ذہنی طور پر بھی تیار کرنے میں مگن ہو گئے۔ اس دوران چند دفاتر میں جا کر انٹرویو بھی دیتے رہے لیکن کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن اس کا ایک فائدہ ہوا کہ ہمیں دفاتر کا ماحول دیکھنے کا موقع ملا جس نے ہمیں سرکاری ملازمت کے حصول کے لئے مزید اشتعال دلایا۔ تین چار جگہوں پر ناکام انٹرویو کے بعد ہمیں اندازہ ہوا کہ نصابی تیاریوں کی بجائے ہمیں غیر نصابی تیاری کیے بغیر نوکری نہیں مل سکتی۔ قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ غیر نصابی تیاری اپنے نام کی طرح انتہائی غیر اخلاقی، غیر قانونی اور غیر معیاری سرگرمیوں کا وہ مجموعہ ہے کہ جس کے بغیر سرکاری افسر کی مکروہ شخصیت نامکمل ہوتی ہے۔ خیر ہم نے چاپلوسی کے علاوہ رشوت دینے اور لینے کے سائنسی طریقے اور چند ایسی ہی گری ہوئی حرکتوں پر تحقیق شروع کر دی۔ مراسم استوار کرنے کے لئے ہم نے یونانی اور بنگالی طریقوں کا مطالعہ شروع کر دیا اور اپنی طبیعت کی مستقل مزاجی اور قوت ارادی کی بدولت انتہائی مختصر وقت میں پیچیدہ پیچیدہ گھٹیا علوم میں حکمتکے درجے کو چھونے لگے۔ یاد رہے کہ مطالعہ کے ساتھ ساتھ گری ہوئی حرکتوں کی مشقوں پر بھی عمل جاری رہا، مثلاً موقع ملتے ہی دوسروں کو مفت میں چائے پلانا، خود چائے بنا کر پیش کرنا، بازار سے دو کلو بادام خرید کر روشن مسکراہٹ کے ساتھ متعلقہ پارٹی کو تھما دینا، گاڑی میں اگلی سیٹ پر بیٹھنے کی پیشکش کر کے مطلوبہ شخصیت کو بٹھا کر دم لینا، دوسروں کی بیویوں کو گاہے بگاہے ضرورت کی اشیاء خرید کر دینا اور چنّا چاٹ پر تیز مرچیں ڈلوا کر کھلانا تاکہ خاندانی تعلقات کڑے وقت کے لیے مضبوطی اختیار کریں اور دوسروں کی سگریٹ اور نسوار کی ضروریات کا مکمل زائچہ تیار رکھنا وغیرہ وغیرہ۔

قصہ مختصر، ہماری محنت رنگ لائی اور ہمیں ایک بڑے سرکاری دفتر میں اچھی نوکری مل گئی۔ تنخواہ بھی اچھی تھی اور بالائی آمدنی کے مواقع بھی روز روشن کی طرح روشن تھے۔ نوکری ملنے تک کے سفر میں ہم پر یہ بات آشکار ہوئی کہ ہمارا مقصد صرف پیسہ کمانا ہونا چاہیے بغیر کسی قسم کا کام کیے اور حلال و حرام کی فکر میں پڑ کر اپنے آپ کو ذہنی دباؤ اور ہیجانی کیفیت میں مبتلا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم نے مشاہدہ کیا کہ بالائی آمدنی سے موصول ہونے والے نوٹوں میں اور اصل تنخواہ سے حاصل ہونے والے نوٹوں میں کچھ فرق نہیں ہوتا اور دونوں طرح کے نوٹوں پر بنی قائداعظم صاحب کی تصویر میں ان کا موڈ خوشگوار ہی دکھائی دیتا ہے۔ لہٰذا ہم نے اپنے عقائد کا قبلہ تبدیل کر دیا۔

دفتر کے پہلے مہینے کی کاروائی کے بعد ہم اپنے بزرگوں کی حکمت اور دانائی کو داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ وہ بغیر کسی وجہ کے نہیں کہتے تھے کہ اگر سرکاری نوکری مل جائے تو آدمی کو کسی قسم کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ ہم صبح دفتر جاتے اور شام کو واپس آجاتے۔ یہ ہماری نوکری کا خلاصہ تھا لیکن ہم قارئین کے وسیع تر مفاد میں درمیانی اوقات کی کاروائی بھی اپنی اوقات کے مطابق کھول کھول کر بیان کریں گے تا کہ یہ راز راز نہ رہے۔ ہمارے دفتر کا وقت نو بجے تھا لیکن ہم میں سے شاید ہی کوئی گنہگار کبھی نو بجے دفتر پہنچا ہو۔ بس یہ ایک افسانوی حقیقت تھی کہ نو بجے دفتر کھلتا ہے لیکن قارئین کو چاہیے کہ وہ ہمیں اور ہمارے تمام ساتھیوں کو داد دیں کیونکہ چھٹی کے وقت ہم سب لوگ ساڑھے پانچ بجے دفتر سے باہر بس کا انتظار کر رہے ہوتے تھے۔ اب بندہ اتنا بھی کافر نہیں ہوتا کہ وقت کی پابندی شام کو بھی نہ کرے۔

ہم گیارہ بجے دفتر پہنچتے، چائے اور سگریٹ سے دن کا آغاز فرماتے اور اس کے بعد غیبت غیبت کا دور چلتا۔ اس دوران دفتری کام اللہ کے بھروسے پر چل رہے ہوتے۔ پہلے پہل دفتروں میں گندے گندے لطیفے براہ راست سنے اور سنائے جاتے تھے جس سے شرم وحیا کا جنازہ سرعام نکل جاتا تھا لیکن موبائل فون نے دفتروں میں فحش کلامی اور عریانی کو اخلاق کے دائروں میں قید کر دیا۔ لہذا چائے اور سگریٹ کے بعد ایک دوسرے کے ساتھ موبائل فون پر قوم کے پیسے اور وقت کو مہذب انداز میں آگ لگانے کی رسم ہوتی۔ پھر سیاسی، تعلیمی اور معاشی نظاموں پر افلاطونی اور ارسطوی مباحثے ہوتے اور ملک کے تمام مسائل کا ذمہ دار سیاست دانوں اور فوج کو ٹھہرا کر سکون کا سانس لیا جاتا۔ اپنے علاوہ تمام حضرات کے لیے اخلاقیات کی وہ حدیں اور معیار مقرر کیے جاتے کہ افلاطون بھی ہمارے ہاتھوں پر بیعت کا متمنّی ہو جائے۔ ازدواجی مسائل پر روزانہ کی بنیادوں پر بحث ہوتی۔ اللہ کی پناہ ایسے ایسے نکتے زیر بحث آتے کہ بڑے بڑے حکیم سر پکڑ کر بیٹھ جائیں۔ ہمارے اعلیٰ افسر، جن کے ہم سب ماتحت تھے، اپنی پہلی بیوی کے ہاتھوں ناک وناک ہوئے ہوئے تھے اور دفتر میں آ کر ان کی اولین ترجیحات میں سے دوسری شادی کو پایا تکمیل تک پہنچانا ہوتا تھا۔

تمام تر عملہ نہ صرف خوبصورت مشورے بلکہ خوبصورت لڑکیوں کی تصاویر بھی ان کو دکھاتا تا کہ صاحب بہادر کے ساتھ خوش گوار تعلقات قائم دائم رہیں۔ ہم نے بھی ایک دفعہ ان کو ایک خوبصورت ہندوستانی اداکارہ کی تصویر لا کر دکھائی اور پُر امید تھے کہ جناب عالی کو لڑکی پسند آئے گی لیکن بدقسمتی سے وہ ان کی پہلی بیوی سے بلا کی مشابہت رکھتی تھی۔ ہمارا تو تبادلہ ہوتے ہوتے بچا لیکن دو مہینے ہمیں اتنا کام کروایا گیا کہ ان دو مہینوں کی کمائی صحیح معنوں میں حلال ہوگئی۔ ان تمام مصروفیات میں ساڑھے پانچ بج جاتے ی یعنی چھٹی کا ٹائم ہو جاتا اور پھر ہماری چُستیاں قابل دید ہوتیں۔

پھر ہمارے دفتر میں شمیم کی نوکری لگ گئی۔ نام تو اسکا ???? کیا دہائی کا تھا لیکن محترمہ کے کام اور ادائیں ???? والی تھیں۔ اس کی خوبصورتی اور لباس کا انتخاب دیکھ کر ایک دن ہم سے رہا نہ گیا اور ہم نے اس کو نام تبدیل کرنے کا مشورہ دے دیا۔ تجاویز میں جولیٹ بیگم، ایلزبتھ سلطانہ، نکول اختر، شارلٹ نورین اور کیٹ خانم شامل تھے۔ مزید یہ کہ ہم نے شمیم کو کہا کہ اگر وہ اپنا نام تبدیل کر کے جولیٹ رکھ لے تو ہم بھی اپنا نام تبدیل کر کے رومیو رکھ لیں گے اور خرچے سے بچنے کے لیے اخبار میں ایک ہی اشتہار دے دیں گے۔ یہ کہنا تھا کہ ہمیں شمیم نظر آنا بند ہو گئی اور آنکھوں کے سامنے تارے گھومنے لگے۔ ہمیں لگا جیسے تارے زمین پر آ گئے۔ بعد میں ہمارے دوست نے بتایا ہے کہ وجہ ایک زوردار طمانچہ تھا جو کہ ہمارے بائیں گال مبارک پر رسید ہوا۔ تعلقات میں کچھ کھنچاؤ سا محسوس ہوا لیکن اس دن کے بعد ہم نے شمیم کے دل میں گھر کرنے کی ٹھان لی۔ کارکردگی میں اتنا اضافہ ہوا کہ ہم صبح نو بجے دفتر میں ہوتے۔ اور روزانہ نہا دھو کر حجامت بنوا کر دفتر میں وارد ہوتے۔ و شمیم دس بجے آتی لیکن ہم تو پابندیِ وقت کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ دفتر میں آنے جانے کا جوش وجذبہ اور ولولہ بڑھ گیا اور جب تک شمیم پر نظر پڑتی رہتی، دفتری کام کرتے وقت ہمیں ایک روحانی سکون اور تسکین میسر ہوتی۔ یہ سکون اور خوشی تب غارت ہوئی جب ہمارے علم میں آیا کہ ہمارے بڑے صاحب بھی شمیم کو دل دے چکے تھے اور شمیم بھی موقع شناسی کے تمام تر اصولوں پر عمل پیرا ہو کر صاحب کے ہاں اپنا دل گروی

رکھوا چکی تھی۔ ہم سمجھا کرتے تھے کہ صرف امریکا ہی مفادات کی سیاست کرتا ہے لیکن ہماری آنکھیں شمیم نے کھول دیں۔ اب ہم اور ہمارے اعلیٰ افسر میں ایک رقابت کا رشتہ قائم ہو چکا تھا۔ صبح سے شام تک جوڑ توڑ کا سلسلہ جاری رہتا مگر ہم جہانگیر ترین کی خدمات بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ خان صاحب شمیم تو شمیم اس کے سارے خاندان کو ہمارے ساتھ شامل کروا دیتے، جو کہ ہمیں منظور نہ تھا۔

زندگی میں بھونچال تب آیا جب ہمارے بڑے صاحب اپنی بیٹی کی عمر کی لڑکی کے ساتھ شادی کر کے اور اٹھارہ ملازمین کی تنخواہوں کے پیسے چُرا کر ملک سے فرار ہو گئے۔ جو نئے صاحب تشریف لائے ان کو آخری درجے کی ایمانداری کی بیماری تھی۔ ان کو علم ہو گیا کہ شمیم کی وجہ سے دفتر کا ماحول کافی رومانوی رومانوی سا رہتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے شمیم کو دوسرے دفتر تبدیل کر دیا جہاں صرف لڑکیاں تھیں۔ لعنت ہے ایسی سرکاری نوکری پر جہاں نہ شمیم ہو، نہ بے ایمانی۔ اب ہمارا دل اس نوکری سے اٹھ چکا تھا۔ ساتھیوں نے تبدیلی کروانے کا مشورہ دیا لیکن ہمارے ابا حضور نے ہمارے سامنے حرام سے بچنے اور حلال کمائی کے متعلق ایک مدلّل تقریر کر ڈالی جس سے ہمارا دل پسیج گیا اور ہم نے سوچ لیا کہ بھاڑ میں جائے شمیم اور بھاڑ میں جائے سرکاری ملازمت۔

ہم نے پہلے تو استعفیٰ دینے کا سوچا لیکن پھر خیال آیا کہ دل تو ہے دل، دل کا اعتبار کیا کیجئے۔ کہیں چار سات مہینوں بعد پھر سرکاری نوکری کی بے راہ رویوں کی طرف نہ مائل ہو جائے۔ لہٰذا ہم نے سوچ لیا کہ ہم سرکاری ملازمت سے ایسے نکلیں گے کہ دوبارہ واپسی کے تمام دروازے ہمارے اوپر مکمل بند ہو جائیں۔

اگلی صبح ہم دفتر پہنچے، آخری بار شمیم کی سابقہ کرسی کو دیکھ کر اس پر لعنت بھیجی، پابندی کے باوجود دفتر کے اندر چائے اور سگریٹ پی اور پھر سیدھا بڑے صاحب کے دفتر میں تشریف لے گئے اور بغیر کسی وجہ کے ان کے ایماندار رخسار پر ایک بھرپور طمانچہ رسید کیا۔ اس کاروائی کے بعد ہم واپس باہر تشریف لے آئے اور اپنی نوکری کے ختم ہونے اور کاغذی کاروائی کی تکمیل کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد چوکیدار محمد انور میری سرکاری ملازمت سے برطرفی اور تاحیات نااہلی کا رقعہ ہمیں تھما کر چلا گیا۔

بقایا: وزیر اعظم کا کتا ''موٹو''

سرکاری پروٹوکول میں آتا جاتا ہے۔ موٹو بھی کتا ہے اور گلی میں آوارہ گھومنے والا بھی کتا ہی کہلاتا ہے، فرق بس اتنا ہے کہ موٹو عمران یعنی وزیر اعظم کا کتا ہے۔ اگر کوئی کتا بھی عمران کو اچھا لگے تو وہ بھی ہیلی کوپٹر اور سرکاری ڈالے پر ہی گھومے گا۔ جب ہم نے احادیث میں پڑھا کہ جب رات کو کُتّے کی آواز سُنو تو "اعوذباللہ" پڑھو یعنی اللہ کی پناہ مانگو۔ جس کالے کُتّے کی آنکھوں پر دو کالے نُقطے ہوں، وہ شیطان ہے۔ سلطان باہوؒ فرماتے ہیں۔ ''حدیث رسول اللہ ﷺ ہے لا تسرك الدر فی افواہ الکلاب. یعنی کتوں کے منہ میں موتی نہ ڈالو'' حضرت جبرائیلؑ صرف اس وجہ سے نہیں آتے تھے کہ ایک کُتّے کا پِلّا کمرے میں موجود تھا اور فرمایا کہ جس گھر میں سگ اور تصویر ہو ہم اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ کوئی شخص کسی بھائی کو کوئی شے ہبہ (دے) کر کے واپس لیتا ہے تو اُس کی مثال کُتّے کی سی ہے، جو قے کر کے کھالیتا ہے۔ اور معزز قارئین! اللہ تعالیٰ بلعام ابن باعور کے بارے میں فرماتا ہے: فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا. پس اُس کی مثال کُتّے کی سی ہے کہ اگر تُو اس پر ہاتھ اُٹھائے تو ہانپتے ہوئے زبان نکال دے گا اور اگر اسے چھوڑ دے تب بھی ہانپتے ہوئے زبان نکال دے گا۔ یہ اُس قوم کی مثال ہے جس نے ہمارے نشانات کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مثال کمال کی ہے، کتے تو کتے ہوتے ہیں ان کی فطرت میں یہ بات ہے کہ اسکی کسی قسم کی صورت حال میں بھی زبان اندر نہیں ہوتی۔ مگر جب ہم نے اس آیت مقدسہ کے تناظر میں اپنی قوم کو دیکھا تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ آپ بھی سوچیئے۔ ہلکا پھلکا مضمون تفصیلی اور تفسیری کے ساتھ ساتھ علمی بھی ہو گیا۔ چلیے چھوڑیے بڑی باتیں ہماری قوم سے برداشت نہیں ہوتیں۔ لطیفہ سمجھ آتا ہے۔ تو سنیئے عقل کا تالا کھولنے والا لطیفہ: **ایک جاہل معتقد اپنے پیر کے پاس گیا، اور کہا کہ قبلہ جی! علاقہ میں چوریاں بڑھ گئی ہیں، سارا دن کام کے تھکے ہارے رات کو جاگ نہیں سکتے، کوئی تعویز دی جائے، کہ گائیں بکریاں باڑے میں چوروں سے محفوظ رہیں۔ پیر جی نے تعویز دے کر کہا، کہ بابا یہ دروازے پہ باندھ لو، لیکن اچھے چوکیدار کُتّے کا بھی انتظام کرو۔ دنیوی اسباب اور حیلہ بھی ضروری ہے۔ جاہل نے پوری سادگی اور عقیدت سے کہا، کہ قبلہ جی! ہمارے لیے تو دُعا اور تعویز بھی آپ اور حیلہ اسباب اور کُتّے بھی آپ! آپ کے ہوتے ہوئے ہم اور کوئی حیلہ اسباب کُتّاؤ تا کیوں رکھیں گے؟**

تربیتِ اولاد کے دس سنہری گُر

شگفتہ حسن صاحبہ۔لندن

مسلمانوں کی بربادحالی، غربت اور جہالت نے آئندہ آنے والی نسلوں کا مستقبل تاریک کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔ نپولین نے کہا تھا کہ تم مجھے اچھی مائیں دومیں تمہیں بہترین قوم دوں گا۔آج اگر امت مسلمہ کی حالت زار کا جائزہ لیا جائے تو واضح طور پر دکھائی دے گا کہ اچھی ماؤں کی کمی ہی اس بری حالت کا باعث بنی ہے۔اگر اچھی ماؤں کی بہتات ہوتی تو بداخلاقی، جھوٹ، چوری، ملاوٹ، جہالت، تعصب، عدم برداشت، فرقہ واریت، مذہبی جنونیت، عورتوں اور بچوں پر جسمانی اور جنسی تشدد اور دوسری بہت سی گندی برائیاں اسلامی معاشروں کو پراگندہ نہ کرتیں۔

ماؤں کا فرض صرف یہی نہیں ہے کہ بچوں کو پیدا کریں، انکی خوراک اور لباس کا خیال رکھیں اور سردی گرمی سے بچائیں۔یہ سب کام تو جانور بھی کرتے ہیں، اچھی ماؤں کا فرض ہے کہ ان سب کاموں کے ساتھ وہ اعلیٰ کام بھی کریں جو انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتے ہیں، میری مراد اس اعلیٰ کام سے بچوں کی بہترین تربیت ہے، جو انہیں معاشرہ یا قوم کا بہترین فرد بنائے۔

گزشتہ دنوں ایک کتاب ''اچھی مائیں'' پڑھنے کا اتفاق ہوا۔اس کتاب میں تربیت اولاد کے دس گر بیان ہوئے ہیں، ان کا مطالعہ اور پھر ان پر عمل اجڑے گلستان پر بہار لانے کا باعث بن سکتا ہے۔ تحدیث نعمت کے طور پر قارئین کی خدمت میں تربیت اولاد کے لیے دس سنہری گر پیش ہیں۔

۱۔ مسلمان مرد دیندار اور با اخلاق بیویوں کے ساتھ شادیاں کریں۔تاکہ نا صرف ان کا گھر ان کی اپنی زندگی میں جنت نمونہ بنے بلکہ اولاد کے لئے بھی نیک تربیت اور نیک نمونہ میسر آنے سے دائمی برکت کا دَور قائم ہوجائے گا۔

۲۔ ہر عورت خود بھی دیندار بنے اور دین کا علم سیکھے۔اور پھر دین کے احکام کے مطابق اپنا عمل بنائے تاکہ وہ گھر کی چار دیواری میں دین کا چرچا رکھنے، دین کی تعلیم دینے اور دین کے مطابق عملی نمونہ پیش کرنے کے ذریعہ اپنے بچوں کی زندگیوں کو بچپن سے ہی دینداری اور نیکی کے رستہ پر ڈال سکے۔اچھی اولاد کے لئے اچھی ماں کا وجود ایک بالکل بنیادی چیز ہے اور اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔کاش دُنیا اس حقیقت کو سمجھے۔

۳۔ بچوں کی تربیت کا آغاز ان کی ولادت کے ساتھ ہی ہو جانا چاہیے اور خواہ وہ بظاہر ماں باپ کی بات سمجھیں یا نہ سمجھیں بلکہ خود وہ بظاہر اپنی آنکھیں اور کان استعمال کر سکیں یا نہ کر سکیں ماں باپ کو یہی سمجھنا چاہیے کہ وہ ہمارے ہر فعل کو دیکھ رہے اور ہمارے ہر قول کو سُن رہے ہیں۔اسلام نے بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اذان دلا کر اسی نفسیاتی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۴۔ ماؤں کا فرض ہے کہ بچپن میں ہی اپنے بچوں کے دلوں میں ایمان بالغیب کا تصور راسخ کر دیں اور ان کی طبیعت میں یہ بات پختہ طور پر جما دیں کہ اس دُنیائے شہود میں رُوحانی اور مادی نظام کی حقیقی تاریں ایک پردہءِ غیب کے پیچھے سے کھینچی جارہی ہیں جس کا مرکزی نقطہ خدا ہے اور باقی ارکان فرشتے اور کتابیں اور رسول اور یوم آخر اور تقدیر خیر و شر ہیں۔جس شخص نے اس نکتہ کو پالیا اس کے لئے فلسفہء حیات و موت ایک کھلا ہوا منشور بن کر سامنے آجاتا ہے۔

۵۔ ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی نماز کا پابند بنائیں۔کیونکہ عمل کی زندگی میں نماز خالق اور مخلوق کے درمیان کی وہ کڑی ہے جس سے دل کا چراغ روشن رہتا ہے اور انسان گویا رُوحانیت کے مخفی تاروں کے ذریعہ خدا کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے جس ماں نے اپنے بچوں کو نماز کا پابند بنا دیا اور اُن کے دل میں نماز کا شوق پیدا کر دیا اُس نے اِس کے دین کو ایک ایسے کڑے کے ساتھ

باندھ دیا جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ ایسے بچے خدا کی گود میں ہوتے ہیں اور اُن کی مائیں خدا کے دائمی سایہ کے نیچے عمل کے میدان میں یہ بچوں کا سبق نمبرا ہے اور نتائج کے لحاظ سے پوری کتابِ درس۔

۶۔ ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں میں بچپن سے ہی انفاق سبیل اللہ اور دین کے لئے خرچ کرنے کی عادت ڈالیں اور اُن میں یہ احساس پیدا کرائیں کہ ہر چیز جو انہیں خدا کی طرف سے ملی ہے خواہ وہ مال ہے یا دل و دماغ کی طاقتیں ہیں یا علم ہے یا اوقاتِ زندگی ہیں ان سب میں سے خدا اور۔۔۔(اسلام) کا حصہ نکالیں اور خصوصاً انہیں بچپن میں ہی اپنے ہاتھ سے چندہ دینے اور غریبوں کی مدد کرنے اور۔۔۔(اسلامی) کاموں میں اپنے وقت کا حصہ خرچ کرنے کا عادی بنائیں۔ یہ حکم نماز کے بعد اسلام کا دوسرا ستون ہے اور اس کے بغیر کوئی شخص حکومت الٰہی کی لڑی میں پرویا نہیں جا سکتا۔

۷۔ ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ہمیشہ شرک خفی کے گڑھے میں گرنے سے ہوشیار رکھیں۔ دُنیا کی ظاہری تدبیروں کو اختیار کرنے کے باوجود ان کا دل ہر وقت اس زندہ ایمان سے معمور رہنا چاہیے کہ ساری تدبیروں کے پیچھے خدا کا ہاتھ کام کرتا ہے اور

''وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے''

۸۔ بچوں کو ماں باپ اور دوسرے بزرگوں کا ادب سکھایا جائے۔ خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار اور ہمسایہ ہوں یا اجنبی۔ ادب دینی طریقت کی جان ہے۔ اور پھر بچوں کے اندر خصوصیت سے والدین کی اطاعت اور خدمت اور احترام کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اس کی طرف سے غفلت برتنے کو ہمارے آقا ﷺ نے اسلام میں گناہ نمبر ۲ شمار کیا ہے۔

۹۔ ہر۔۔۔ ماں کا فرض ہے کہ وہ بچوں میں سچ بولنے کی عادت پیدا کرے۔ صداقت تمام نیکیوں کا منبع اور جھوٹ تمام بدیوں کا مولد ہے سچ بولنے والا بچہ خدا کا پیارا اور قوم کی زینت اور خاندان کا فخر ہوتا ہے اور قول زُور سے بڑھ کر اخلاق میں پستی پیدا کرنے والی اور بدی کے ناپاک انڈوں کو سینے والی کوئی چیز نہیں۔

۱۰۔ ماں باپ کا فرض ہے کہ ہمیشہ اپنی اولاد کی تربیت کے لئے خدا کے حضور دُعا کرتے رہیں کہ وہ انہیں نیکی کے رستہ پر قائم رکھے اور دین و دُنیا کی ترقی عطا کرے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔

(بحوالہ۔ اچھی مائیں۔ صفحات ۲۵ تا ۲۸)

معزز قارئین! نویں سنہری گر میں جھوٹ کو تمام بدیوں کا مولد قرار دیا گیا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جھوٹ تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔ بے ہودہ مذاق سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ مذاق میں بولا گیا جھوٹ بھی گناہ ہے۔ وعدوں کو پورا نہ کرنا بھی جھوٹ ہے۔ اس لیے جو بھی وعدہ کریں اسے پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ. (سورۃ المائدہ آیت ۲)

ترجمہ: ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! عہدوں کو پورا کرو۔''

بچوں کے معاملہ میں بعض اوقات مائیں بچوں کو وقتی طور پر بہلانے کے لیے جھوٹا وعدہ کر کے انہیں مطمئن کر دیتی ہیں۔ مگر جب حسب وعدہ ان کی خواہش یا مطالبہ پورا نہیں ہوتا تو ان کے دل پر ان دیکھی چوٹ لگتی ہے جس کا برا اثر ان کی شخصیت کو متاثر کرتا ہے۔ ایڈمینڈ شافٹ بری نے کیا خوب کہا ہے:۔

''ٹوٹا ہوا وعدہ روح پر بدنما دھبہ ہوتا ہے''

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا ہے کہ وعدہ پورا کرنا ایمان کا حصہ ہے، وعدہ ایک مقدس عہد ہے جس کو اس وقت تک نہیں کرنا چاہیے جب تک انسان اس کے پورا کرنے کے بارے میں پورا یقین نہ رکھتا ہو۔

بڑے نیک سمجھے جانے والے عمر رسیدہ لوگوں سے بچے اور نوجوان اس وجہ سے متنفر ہوتے ہیں کہ انہوں نے ان سے وعدہ خلافی کی ہوتی ہے۔ وعدہ خلافی اچھی شہرت کو داغدار کر دیتی ہے اور وعدہ ایفا کرنے والے معزز ین ہوتے ہیں۔ یاد رکھیں بعض وعدے ایسے بھی ہوتے ہیں جو قانون توڑنے والے اور گناہ گار بنانے والے ہوتے ہیں۔ ایسے بے ہودہ وعدے توڑ دینا چاہیے۔ معزز لوگ ایسے برے وعدوں سے بچے رہتے ہیں۔ اور اگر وعدہ کرنے والا فریق عہد شکنی کرے تو پھر اپنے وعدہ پر قائم رہنا ضروری نہیں۔ اللہ ہم سب کو سیدھے رستہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

”سائنسدانوں کی ناقابل یقین دھوکے بازیاں“

تحریر: زکریا ورک، ٹورنٹو کینیڈا

سائنسدانوں کو عموماً ایمان دار اور سچے سمجھا جاتا ہے مگر شہرت اور دولت کی بھوک بعض اوقات سائنسدانوں کو بھی دھوکے اور بے ایمانی پر اکساتی ہے۔ سائنسدانوں کے فراڈ، فریب اور دھوکہ بازی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس مضمون میں ہم عہد قدیم سے لے کر عہد جدید تک کے سائنسدانوں کے دھوکے بازی کے ناقابل یقین، حیران کن واقعات پیش کر رہے ہیں۔

پاکستانی پروفیسر اور خودساختہ موجد آغا وقار احمد نے جولائی 2012ء میں دعویٰ کیا تھا کہ وہ واٹر مالیکیول کو اللہ کے فضل سے آکسیجن اور ہائڈروجن ایٹمز میں بغیر انرجی کے تقسیم کرسکتا ہے۔ اس ایجاد سے وطن عزیز کا انرجی کا بحران ختم ہوجائیگا اور لوگوں کیلئے ملازمت کے مواقع پیدا ہوں گے۔ کابینہ کے اجلاسوں میں وفاقی وزراء نے پروفیسر احمد اور اس کی کار کی بے حد تعریف کی۔ مذہبی امور کے وزیر خورشید شاہ ٹیلی ویژن پر مسٹر احمد اور اس کی سوزوکی کیساتھ آئے جو واٹر کٹ سے چل رہی تھی۔ ملک کے مشہور سائنسدان عبدالقدیر خاں نے کہا کہ میں نے اس معاملہ کی تحقیق کی ہے اور اس میں کسی بھی قسم کا فراڈ نہیں ہے۔ بس اس کے بعد تو پروفیسر کی شہرت آسمان تک پہنچ گئی۔ پروفیسر آغا احمد نے کہا کہ اس نے دس لیٹر پر 250 میل تک کار چلائی ہے۔ یاد رہے کہ پروفیسر موصوف نے خیر پور سے میکینکل انجینئرنگ میں 1990ء میں ڈگری حاصل کی، مقامی پولیس میں ملازم رہے اور اس وقت بے روزگار تھے۔ اس خبر پر اپنے ردعمل کا اظہار پروفیسر ہود بھائی نے یوں کیا کہ ملک اس وقت جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکا ہے۔ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں پاکستان میں ایسے دعوے کرنا عام بات ہے۔ 2010ء میں ہائر کمیشن کے سربراہ پروفیسر عطاء الرحمٰن نے کہا کہ امریکی حکومت الاسکا میں ایسے سائنس پروجیکٹ پر کام کر رہی ہے تا کہ دنیا کا موسم تبدیل کیا جاسکے۔ اس کے بعد دنیا میں زبردست سیلاب، سونامی اور زلزلے آئیں گے۔ (نیویارک ٹائمز 5، اگست 2012ء)

بڑے بڑے ممتاز سائنسدان دھوکے بازی سے باز نہیں رہے۔ ایک ہزار پانچ سو سال تک مغربی دنیا بطلیموس (Ptolemy d168) کے نظام ہیئت کو مقدس جان کر اس پر یقین کرتی رہی۔ اس نظام ہیئت میں زمین کائنات کا مرکز تھی۔ اپنی تھیوریز کو اس نے جس طرح تجربات کے ذریعہ ثابت کیا اس کیلئے اس پر تعریف و توصیف کے ڈونگرے برسائے جاتے رہے۔ کوپرنیکس کے نظام ہیئت نے اس کے نظام کائنات کو غلط ثابت کر دیا اس کے باوجود سکالرز اس کی قدر بہ حیثیت عظیم المرتبت سائنسدان کرتے رہے۔ مگر بیسویں صدی میں ہیئت دانوں نے اس کے نتائج کو شک کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا۔ کیونکہ یہ نتائج اتنے اعلیٰ تھے کہ ان کی سچائی پر شک ہوتا تھا۔ مزید تحقیق پر پتہ چلا کہ جن تجربات کا اس نے دعویٰ کیا تھا، ان کا کئے جانا لامحال تھا۔ جب اس کے نتائج کو مکمل طور پر جانچا گیا تو معلوم ہوا کہ اگر یہ مشاہدات بحیرہ روم کے جزیرہ رھوڈ سے کئے جاتے تو ان کا ہونا ممکن تھا جبکہ بطلیموس اسکندریہ میں رہتا تھا۔ بطلیموس سے چند صدیاں قبل یونانی سائنسدان ہپارکس نے یہی مشاہدات جزیرہ رھوڈ میں کئے تھے۔ بجائے اس کے کہ بطلیموس باہر جاتا اور مشاہدات خود کرتا اس نے اسکندریہ کی مشہور لائبریری کے اندر بیٹھ کر ہپارکس کے نتائج کو نقل کر کے ان کے اپنے ہونے دعویٰ کر دیا۔ اس کے بعد فیصلہ کن معاملہ اس وقت سامنے آیا جب محققین نے 132ء میں خزاں کے اعتدالین کا صحیح وقت کیلکو لیٹ کیا۔ بطلیموس نے کہا تھا کہ اس نے 25 ستمبر 2 بجے اس کا مشاہدہ کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ 24 ستمبر کو 9:54am کو واقع ہوا تھا۔

بطلیموس ہی ایسا کا سالوجسٹ نہیں تھا جس نے دھوکہ بازی کی تھی۔ گیلی لیو (Galileo 1642) کے بارے میں اب پتہ چلا ہے کہ اس نے بہت سارے تجربات نہیں کئے تھے جو کشش ثقل کی تحقیقات کے دوران اس کے بقول کئے گئے تھے۔ ان تجربات کیلئے اس نے جو خام مواد استعمال کیا تھا اگر اس نے واقعی وہی استعمال کیا ہوتا تو تجربات ہرگز کامیاب نہ ہوتے۔ اس کے بہت سارے ہم عصر سائنسدانوں نے اس کے مزعومہ تجربات کو دوبارہ اپنے طور پر کرنا چاہا تو وہ کامیاب نہ ہوئے۔

جان ڈالٹن (Dalton 1844) کی شہرت اس وجہ سے کہ اس نے مادہ کی اٹامک تھیوری پیش کی تھی۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے تھیوری کی سپورٹ کیلئے تجرباتی ڈیٹا میں ادل بدل کیا تھا۔ جبکہ آئزک نیوٹن نے اپنی شہرہ آفاق کتاب پرنسپیا میں میتھ میٹکس (حساب) میں گڑبڑ کی تھی تا کہ قانون ثقل کی

تھیوری کیلئے قائل کرنیوالا کیس بنایا جاسکے۔

مارکو پولو (Marco Polo 1342) کی کتاب جو اس نے مزعومہ طور پر چین کے سفر کے بعد لکھی تھی یعنی ڈسکرپشن آف دی ورلڈ (1298ء) وہ شاید کسی بھوت نے لکھی تھی۔ کتاب میں کہیں بھی چینی قوم کے پاؤں کو باندھنے، چاپ سٹکس یا دیوار چین کا ذکر نہیں ہے۔ ہاں اس نے چند ایک چینی اختراعات وایجادات کا ذکر کیا جس کا یورپین اقوام کو علم نہ تھا۔ جیسے پیپر منی اور کوئلے کا جلایا جانا۔ ممکن ہے اس کو ان باتوں کا علم ان تاجروں کے ذریعہ ہوا ہو جن سے اس کے خاندان کے افراد بزنس کرتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا گھوسٹ رائٹر Rustichello da Pisa ہو جس کو مارکو نے اپنی یادداشت گےنووا Genoa میں قید کے دوران املا کروائی تھی۔ یا پھر اس نے اصلیت سے مشابہت پیدا کرنے کیلئے مواد میں خود ہی اضافہ کردیا ہو۔

جرمن عضویات دان ارنسٹ ہائینرک ہیکل (Haeckel 1919) متروک شدہ بائیو جینیٹک لاء کی وجہ سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس قانون نے ڈارون کی ارتقائی سائنسی سوچ میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ ڈارون نے کتاب اوریجن آف سپیسیز (1859) میں اس قانون کا بالکل ارداۃً ذکر نہ کیا البتہ ہیکل کے vertebrae physiology میں اہم سائنسی کام کا ذکر کیا تھا۔ برطانیہ کے ماہر جینیات مائیکل رچرڈسن نے 1990 کی وسط دہائی میں دیکھا کہ ایک ڈایاگرام میں ہیکل نے ڈیویلپنگ ایمبریو developing embryo کی اشکال میں کافی حد تک حقیقت کے برعکس تبدیلی کی تھی تاکہ اس کے بائیو جینیٹک لاء کو صحیح ثابت کیا جاسکے۔

لوئیس پاسٹور (Pasteur 1895) نے دو موقعوں پر دھوکے بازی کی تھی۔ ایک تو 1881ء میں بھیڑوں کے انتھریکس کے خلاف ٹیکہ، اور دوسرے 1885ء میں انسانوں کے باؤلے کتے کے کاٹنے کے جنون کیلئے ٹیکہ۔ بھیڑوں کیلئے ٹیکے کے متعلق اس نے کہا کہ ٹیکہ اس نے خود بنایا تھا جبکہ حقیقت یہ تھی کہ اس کے معاون شریک کار چارلس چیمبر لینڈ (1908) نے ٹیکے کا طریق کار وضع کیا تھا۔ دوسرے واقعے میں دھوکے بازی یہ تھی کہ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے کتوں پر تجربات کئے تھے قبل اس کے جنون سے مزاحمت اور بچاؤ کیلئے ٹیکہ لگایا جاتا۔ جس شخص کو باؤلے کتے کی کاٹ سے بچاؤ کا ٹیکہ لگایا گیا تھا وہ جوزف مائسٹر Meister تھا جو خوش قسمتی سے بچ گیا حالانکہ کتوں پر تجربات نہیں کئے گئے تھے۔ ٹیکے کے بغیر مائسٹر نے مرتو جانا ہی تھا مگر لوئیس پاسٹور دراصل ٹیکہ لگا کر رسک لے رہا تھا۔ بچ گیا تو شہرت ورنہ مرنا تو اس نے ہے ہی۔ دونوں صورتوں میں دھوکے بازی کا مقصد یہ تھا کہ پاسٹور خود کو ماسٹر سائنسٹسٹ ثابت کرسکے۔

سر چارلس وھیٹ سٹون (Sir Charles Wheatstone 1875) کی شہرت بجلی میں تجربات کی اور ٹیلی گرافی کی بناء پر ہے نیز اس کا نام وھیٹ سٹون برج کی وجہ سے بھی زبان زد عام ہے۔ اس کا پس منظر یوں ہے کہ سکاٹش موجد الیگزنڈر بین کا دماغ زرخیز ترین تھا جس نے نئی ایجاد شدہ بجلی کی فیلڈ میں نت نئے اضافے کئے۔ جیسے اس نے الیکٹرک کلاک بنائی، ٹیلی گراف سسٹم، ریلوے سیفٹی سسٹم، دور سے گھڑیوں کے اوقات ایک جیسے کرنا، الیکٹرک کیبلز کو انسولیٹ کرنا وغیرہ۔ رسالہ میکنکس میگزین کے مدیر نے اس کا تعارف وھیٹ سٹون سے کروایا۔ بین 1840 Bain میں لندن آیا اور وھیٹ سٹون سے ملاقات کے دوران اپنی ایجادات دکھائیں بشمول الیکٹرک کلاک کے۔ بوڑھا سائنسدان ان ایجادات سے متاثر نہ ہوا، اس کے نزدیک ان کی وقعت کھلونوں سے زیادہ نہیں تھی۔ بین نے اس کی باتوں کو زیادہ اہمیت نہ دی اور پیٹنٹ کیلئے اپلائی کردیا۔ کچھ مہینوں بعد وھیٹ سٹون نے رائیل سوسائٹی کو الیکٹرک کلاک دکھائی جو اس نے ایجاد کی تھی۔ اس کے بعد وھیٹ سٹون نے، بین کے دیگر پیٹنٹ کے خلاف درخواست دی جو مسترد کردی گئی۔ اب اس نے الیکٹرک ٹیلی گراف کمپنی قائم کرلی اور بین کی بہت ساری ایجادات کا استعمال شروع کردیا۔ اس نے حکومت سے انوسٹمنٹ کیلئے درخواست دی تو ہاؤس آف لارڈز نے انکوائری شروع کردی جس میں بین بطور گواہ کے پیش ہوا۔ وھیٹ سٹون کی چوری پکڑی گئی اور کمپنی کو مجبور کیا گیا کہ وہ بین کو رقم ادا کرے۔ امریکہ میں بین کی ایجادات کی بڑے پیمانے پر چوری کی گئی اور لوگ دولت مند ہوگئے۔

برطانوی فزیشن اور سائنسدان ایڈورڈ جینر (Edward Jenner 1823) کو چیچک ٹیکے کا رہبر اور امیونالوجی کا جدامجد کہا جاتا ہے۔ تاریخ میں یہ بات محفوظ ہے کہ جینر کو احساس ہوا کہ چیچک سے بچاؤ اور دفاع اس کی milder strain یعنی گائے کو لگنے والی بیماری کاؤپاکس کا ٹیکہ لگانے سے ممکن ہوسکتا ہے۔ مئی 1796ء میں اس نے اپنے مالی کے بیٹے آٹھ سالہ بچے جیمز فپس Phipps کو دونوں بازوؤں میں کاؤپاکس کا ٹیکہ لگایا اور کچھ ہفتوں بعد چیچک کا۔ جینر نے دعویٰ کیا کہ فپس میں کاؤپاکس کے ٹیکے سے قوت مدافعت پیدا ہوگئی ہے اور وہ مزید بیماریوں سے مامون ہوگیا ہے۔ جینر کو معلوم تھا کہ بچہ مر بھی سکتا ہے۔ اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ بیس سال قبل 1774ء میں ڈورسٹ

کے کسان بنجمن جیسٹی (Jesty 1816) نے مایوس ہو کر اپنی بیوی اور دو بچوں کو بھی کاؤپاکس کا ٹیکہ لگایا تھا کیونکہ اس وقت چیچک کی مہلک وباء کاؤنٹی میں پھیلی ہوئی تھی۔ جینر نے بنجمن کے ٹیکہ لگانے کا انکشاف کھل کر نہ کیا، حالانکہ 1802 میں پارلیمنٹ کی طرف سے اس کو انعام دیا گیا۔ نہ ہی اس کا اظہار اس کے ہم عصر ڈاکٹروں نے کیا۔

الیگزنڈر فلیمنگ (Fleming 1955) نے پینی سیلین دریافت کی جس سے اینٹی بائیوٹکس بنانے کا آغاز ہوا۔ اس کے نتیجہ میں دنیا میں لاکھوں افراد لقمہ اجل بننے سے بچ گئے۔ فلیمنگ نے یہ دریافت 1928ء لندن میں حادثاتی طور پر کی تھی جب کلچر ڈش اتفاقاً آلودہ ہوگئی تھی۔ اس نے اس دریافت کو نام بھی دیا اور بکٹیریا مارنے والے کے طور پر چند تجربات بھی کئے تھے، مگر جلد ہی اس نے دلچسپی چھوڑ دی اور دیگر کاموں میں مصروف ہوگیا۔ پینی سیلین کا ایک نمونہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ کو تجربہ میں استعمال کیلئے بھیجا گیا مگر اس تجربہ کیلئے یہ بے سود ثابت ہوئی۔ مگر اس نمونہ کو ضائع نہیں کیا گیا شاید آئندہ کسی جگہ کام آجائے۔ پروفیسر ہاورڈ فلوری Florey 1968 نے ڈیپارٹمنٹ کا چارج لیا، اس کو بھی پین سیلین کا علم تھا مگر اس کے نزدیک بھی اس کی کوئی میڈیکل پوٹینشل نہیں تھی۔ مگر جرمنی سے آئے رفیوجی بائیوکیمسٹ ارنسٹ چین (Ernst Chain) اس کے بارے میں جان کر بہت متجسس ہوا جب اس نے فلیمنگ کی دریافت اور تجربات کے متعلق ریفرنس پڑھا۔ فلیمنگ کے خیال میں پینی سیلین بیکٹیریا کو مار دیتی تھی مگر کچھ عرصہ کیلئے۔ نیز یہ کہ unstable تھی۔ چین نے محنت کر کے اس کا stable version بنا لیا اور یوں اینٹی بائیوٹکس کے دور کا آغاز ہوا۔ یہ خبر ملنے پر فلیمنگ کو اپنی زبردست دریافت کی اہمیت کا احساس ہوا۔ یہ دریافت لندن کے سینٹ میری ہاسپٹل میں کی گئی تھی جہاں وہ کام کرتا تھا۔ اخبارات کے رئیس التجار لارڈ بیوربروک (Beaverbrook 1964) نے سوچا کہ اینٹی بائیوٹک انقلاب سے سینٹ میری ہاسپٹل کا تعلق ہونا فائدہ مند ہوگا اس لئے اس نے اس ایجاد کا تمام کریڈٹ فلیمنگ کو دے دیا۔ فلیمنگ کو بھی یہ بھلا لگا اور اس نے فلوری Florey اور چین Chain کی کنٹری بیوشن کو تسلیم نہ کیا۔ فلوری کو یہ بات بالکل نہ بھائی اور اس نے رائل سوسائٹی اور میڈیکل ریسرچ کونسل میں شکایت درج کرا دی۔ دونوں مذکورہ اداروں نے فلیمنگ کے اس فراڈ کا انکشاف ان کے اپنے مفادات کے خلاف جانا۔ تاہم 1945ء کا میڈیسن کا نوبیل انعام چین، فلوری اور فلیمنگ کو دیا گیا۔ اتفاقی دریافت تو کوئی بھی کر سکتا ہے مگر اس کی اہمیت کو جاننا اور زندگیاں بچانے میں مددگار ثابت کرنا اصل بات ہے۔

نوبیل انعام کی تاریخ میں ایسا بھی ہوا ہے کہ انعام ایک سائنسدان کو دیا گیا جبکہ اصل کام کسی اور سائنسدان نے کیا تھا۔ اس کی واضح مثال برطانوی اسٹرونومر اینتھونی ہوئش (Anthony Hewish b.1924) ہے جس کو فزکس کا 1974ء کا انعام دیا گیا کیونکہ اس نے پلسارز Pulsars کے ٹھوس تحقیق کی اور ان کو دریافت کیا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نیوٹران سٹارز یعنی پلسارز اس کے گریجوایٹ خاتون طالبعلم جوائسلین بیل (Jocelyn Bell b.1943) نے دریافت کئے تھے۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ ہوئش نے اس کی تحقیق کو سپروائز کیا، اس کو گائیڈ کیا تھا، نیز حاصل ہونیوالے نتائج کی تعبیر میں بھی بڑا کردار ادا کیا تھا۔ اسلئے اس کو نوبیل انعام کا حقدار قرار دینا مناسب تھا مگر اس کے ساتھ بیل کو انعام دیا جانا چاہئے تھا۔

پروفیسر اور شاگرد کا ایک اور واقعہ کا تعلق امریکی سائنسدان رابرٹ ملیکن (Millikan 1953) سے تعلق رکھتا ہے جس کو 1923ء میں الیکٹران کا الیکٹرک چارج معلوم کرنے پر نوبیل انعام دیا گیا تھا۔ کیمبرج یونیورسٹی میں اس کیلئے ایک تجربہ تیار کیا گیا تھا جس میں پانی کے قطرے استعمال کئے گئے تھے لیکن اس کے خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہوئے تھے کیونکہ قطرے فوراً بخارات بن کر ختم ہو جاتے تھے۔ اس دوران 1909ء میں ملیکن کی ٹیم شکاگو میں لیبارٹری تجربہ کو ریفائن کرکے اچھے نتائج کی امیدوار تھی۔ کئی ماہ کی ناامیدی کے بعد یہاں حسن اتفاق سے ایک گریجوایٹ طالب علم ہاروی فلیچر آگیا (Fletcher 1981)۔ اس نے تجربہ میں پانی کے قطروں کی بجائے تیل کے قطرے استعمال کئے اور تجربہ نہایت خوبصورتی کیساتھ کامیاب رہا۔ اس کے بعد پروفیسر اور شاگرد باہمی تعاون سے کام کرتے رہے، دونوں نے ایک مقالہ تیار کیا جو 1910ء میں شائع ہوا تھا۔ تاہم ملیکن نے فلیچر سے کہا کہ یونیورسٹی پروٹوکول کے مطابق مقالہ پر صرف اس کا نام ہوگا۔ اس مقالہ کی وجہ سے اس کو نوبیل انعام سے نوازا گیا تھا۔ فلیچر کی فراخدلی دیکھئے وہ تمام عمر اس معاملے کے متعلق حرف شکایت زبان پر نہ لایا۔

ایسٹروفزکس کے بانی مبانی سر ایڈورڈ ایڈنگٹن (Sir E. Eddington 1944) نے جس طریق سے نوجوان ہندوستانی طبیعادت دان سبرامنیم چندرا شیکھر (Chandrasekhar 1995) کیساتھ ذلت آمیز سلوک کیا، وہ بھی ایک المیہ ہے۔ 1935ء میں چندرا نے، ایڈنگٹن کے ماتحت کام کرنے کے

دوران ایک پیپر پیش کیا کہ وہ ستارے جو سورج سے 1.4 times بڑے ہوتے ہیں وہ اپنی زندگی کے آخر پر خود ہی منہدم یا ڈھیر ہوجاتے ہیں۔ یہ پہلا موقعہ تھا جس سے انکشاف ہوُا کہ بلیک ہولز پائے جاتے ہیں۔ چندرا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ چند سالوں سے ایڈنگٹن گرینڈ یونیورسل تھیوری پر کام کر رہا تھا جو بالکل بیکار ہوجاتی اگر یہ ثابت ہوجاتا کہ واقعی ستارے collapse منہدم ہوجاتے ہیں۔ جس اجلاس میں چندرا نے اپنا مقالہ پیش کیا وہاں ایڈنگٹن نے خوب بدتمیزی کی کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ وہاں موجود لوگوں میں سے کوئی اس کو چیلنج کرنے کی ہمت نہیں کریگا۔ خوش قسمتی سے چندرا نے اس چیلنج کو قبول کیا اور اگلے کئی سالوں تک اپنی کیلکولیشنز کے صحیح ہونے پر اصرار کرتا رہا۔ اس کی کیلکولیشنز کی فزکس کے قدآور سائنسدانوں نیلز بوھر، پال ڈائراک نے تصدیق کی تھی۔ اس سارے عرصہ میں ایڈنگٹن ہر موقعہ پر ہر اجلاس میں چندرا کیساتھ ذلت آمیز سلوک کرتا رہا، اور اس کے میتھ میٹکس کو نااہل قرار دیتا رہا۔ اور طرفہ یہ کہ اپنی تھیوری کو ثابت کرنے کیلئے ہر قسم کی دھوکے بازی کرتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوُا کہ چندرا کی ستاروں کی پیش گوئی کہ یہ خودبخود ڈھیر ہوجاتے، چالیس سال تک پردہ اخفاء میں پڑی رہی۔ تاھم 1983ء میں اس کو اس قابل تعریف سائنسی کام کیلئے نوبیل انعام سے نوازا گیا۔ ۴۰ سال تک اسٹروفزکس بلیک ہولز کو تسلیم کرنے سے محروم رہی صرف ایڈنگٹن کی ہٹ دھرمی اور سائنسی کمیونٹی کی خموشی اور چاپلوسیوں کی وجہ سے۔

فزیالوجی یا میڈیسن کا 1952ء کا نوبیل انعام برطانوی بائیوکیمسٹ سلمان واکس مین (Selman Waksman 1973) کو دیا گیا تھا کیونکہ اس نے اینٹی بیاٹک دوائی سٹرپٹو مائی سین streptomycin دریافت کی تھی۔ اس اینٹی بائیوٹک کی وجہ سے تپ دق کا قابل تشفی علاج ملا تھا۔ یہ دریافت دراصل اس کے ڈاکٹریٹ کے طالبعلم البرٹ شاٹز (Albert Schatz 2005) نے واکس مین کی زیرنگرانی میں کی تھی۔ اس کے بعد دونوں نے اس اینٹی بائیوٹک پر مزید تحقیق کی، اور شائع ہونیوالے سائنسی مقالے پر دونوں کے نام بطور مصنف درج تھے۔ اس کے باوجود نوبیل انعام صرف واکس مین کو دیا گیا۔ اب اس نے دوائی کا پیٹنٹ اپنے نام درج کروالیا، اور دوا ساز کمپنیوں سے رائیلٹی لینا شروع کردی۔ یہ رائیلٹیز اس قدر تھیں کہ اس نے امریکہ کی رٹگر یونیورسٹی میں واکس مین انسٹی ٹیوٹ آف مائیکروبائیلوجی قائم کردیا۔ یہ معلوم ہونے پر شاٹز کو احساس ہوُا کہ رائیلٹی میں اس کا بھی حصہ ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ ہی مقدمہ دائر کردیا۔ یہ دریافت دونوں نے کی تھی اس لئے دونوں کا اس میں حصہ ہونا چاہئے تھا۔ سائنسی کمیونٹی اس بات پر سراسیمہ ہوگئی کہ شاگرد نے پروفیسر پر مقدمہ کر دیا ہے۔ تعلیمی اور ریسرچ اداروں کے دروازے شاٹز پر بند کردئے گئے، جبکہ وہ ساؤتھ امریکہ ہجرت کر جانے پر مجبور ہوگیا۔

امریکی ولیم سمرلن (W. Summerlin) کی دھوکے بازی کی کہانی بھی مضحکہ خیز ہے۔ 1970ء کی شروع دہائی میں یہ سائنسدان یونیورسٹی آف منی سوٹا، پاؤلو آلٹو ہاسپٹل اور نیویارک کے سلون انسٹی ٹیوٹ میں برسرروزگار تھا۔ اس کی تحقیق کی فیلڈ ڈرماٹالوجی تھی خاص طور پر کھال کی پیوند (skin grafting)۔ ٹرانس پلانٹیشن اور گرافٹنگ میں وصول کرنیوالے مریض کا امیون سسٹم گرافٹڈ ٹیشو کو مسترد کردیتا ہے۔ سمرلن اس موضوع پر کام کر رہا تھا جس کیلئے اس نے سیاہ اور سفید چوہے بطور معطی اور میزبان چن لئے تا پیوند کی ہوئی کھال نمایاں طور پر نظر آجائے۔ اس میں وہ صریح دھوکہ بازی کر رہا تھا جس کا کھوج اس کے نائب جیمز مارٹن نے لگایا۔ مارٹن نے سیاہ ٹرانس پلانٹ میں عجیب چیز دیکھی جو سفید چوہے نے وصول کیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ یہ کھال کی ٹرانس پلانٹ نہیں تھی بلکہ اس کو سیاہ رنگ کے قلم felt-tipped pen سے بنایا گیا تھا۔ اس کے بعد جو تحقیقات ہوئی اس کے مطابق سمرلن کا ٹرانس پلانٹیشن کا تمام کیرئیر مشکوک نتائج سے بھرپور تھا۔ سائنس میں فراڈ، اور دھوکے بازی کی یہ بدترین مثال تھی۔

پولینڈ کے کیمیکل انجنیئر پروفیسر اندریز جندریزکو (Andrzej Jendryczko) کے ادبی سرقہ کی داستان 1997ء میں آشکار ہوئی تھی۔ اس کا طریقہ واردات یہ تھا کہ وہ یورپ اور امریکہ کے سائنسی جرنلز سے انگلش مضامین لے کران کو پولش میں ترجمہ کر کے اپنے نام سے شائع کر دیتا تھا۔ پولینڈ سے باہر بہت کم لوگ پولش کے جرنلز کا مطالعہ کرتے تھے اسلئے اس نے سوچا یہ طریقہ کار محفوظ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ایک سو سے زیادہ سرقہ شدہ سائنسی مضامین چالیس سال کے عرصہ میں اس کے نام سے شائع ہوئے۔ بعض مضامین میں شریک مصنفین کے نام ان کی اجازت اور علم کے بغیر بھی شامل کردئے گئے۔ کچھ عرصہ کیلئے اس نے سیلسیا میڈیکل یونیورسٹی U of Silesia میں کام کیا تھا۔ جونہی یونیورسٹی کی انتظامیہ کو اس کے سائنسی فراڈ کا علم ہوُا، انہوں نے اس فراڈ کو فاش کر دیا۔ انٹرنیشنل ڈیٹابیسز سے اس کے مقالے حذف کردئے گئے ہیں، اور جرنلز نے اس کے مضامین منسوخ کردئے ہیں۔

ساؤتھ کوریا کا ریسرچر ہوُانگ ووسوک (Huang Woo suk b.1953) سول Seoul نیشنل یونیورسٹی میں بائیوٹیکنالوجی پروفیسر تھا جس نے سٹیم سیل ریسرچ (stem cell research) کے متعلق سلسلہ وار مضامین لکھے جو معتبر جرنلز کے صفحات کی زینت بنے تھے۔ خاص طور پر دو آرٹیکلز جو رسالہ سائنس میں شائع ہوئے تھے۔ 2005ء تک اس کو اس فیلڈ میں ایکسپرٹ تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس کا لقب پرائیڈ آف کوریا تھا۔ مئی 2006ء میں اس پر خیانت الزام لگایا گیا جب یہ پتہ چلا کہ اس کی سٹیم سیل ریسرچ جعلی تھی۔ سول نیشنل یونیورسٹی نے اس کو ملازمت سے برخواست کر دیا جبکہ حکومت نے اس کو کسی قسم کی سٹیم سیل ریسرچ کرنے سے پابندی لگادی۔ ہوُانگ کو سول ڈسٹرکٹ کورٹ نے 2009ء میں دو سال جیل کی سزا سنائی۔

اس مضمون کو ہم نے پاکستان کے خود ساختہ موجد سے شروع کیا تھا اور ہندوستان کے فریبی پروفیسر پر ختم کرتے ہیں۔ چنڈی گڑھ کی پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر وسوات جیت گپتا کا فراڈ رسالہ نیچر میں 1989ء میں آسٹریلیا کے جیولوجسٹ جان ٹیلنٹ John Talent نے بے نقاب کیا تھا۔ قریب 25 سال سے ہمالیہ کی palaeontology and stratigraphy الجھن بنی ہوئی تھی کیونکہ کرہ ارض کے پرت میں دبے ہوئے زمانہ قدیم کے حیوانوں اور پودوں کے اجسام (فوسلز) ایسی جگہوں پر دریافت ہو رہے تھے جہاں ان کو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ عہد قدیم کے فوسل اونچے سٹریٹا پر پائے جا رہے تھے بجائے جدید دور کے، باوجود اس کے کوئی ارضیاتی انتشار یا توڑ پھوڑ نہیں ہوئی تھی۔ جان ٹیلنٹ نے پورے وثوق سے کہا کہ تمام کی تمام دریافت شدہ اشیاء ایک شخص گپتا نے رکھی تھیں جس نے ان کا ذکر 300 سے زیادہ مقالوں میں کیا تھا۔ مزید تحقیقات سے پتہ چلا کہ گپتا نے یہ فوسلز کشمیر اور بھوٹان کے درمیان خود رکھے تھے۔ (رسالہ سائنس نمبر 244، اپریل 1989ء صفحہ 277)

ہومیو پیتھک نُسخہ جات

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ

معدہ کی بیماریاں۔(2)

کھانے کے بعد معدے پر بوجھ محسوس ہو جو حلق تک جائے، کھانا کھانے کے بعد چھاتی کے بائیں طرف درد ہو، مریض گوشت نہ کھا سکے اور پیٹ میں درد حرکت یا بولنے سے بڑھ جاتا ہو۔ ریومکس

اگر معدہ پر چوٹ لگنے کا احساس ہو، لیس دار رطوبت کی قے ہوتی ہو، متلی کے ساتھ درد اور معدہ میں گرمی کا احساس ہو۔ فائیٹو لاکا

معدہ میں جلن ہو، سب اخراجات میں تیزابیت پائی جائے، ابکائیاں آئیں اور قے میں اتنی تیزابیت ہو کہ چھل جائے تو سینگو نیریا نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔

پیٹ خالی ہونے کا احساس ہو، بھوک بہت محسوس ہو اور بھوک اور کمزوری کھانے کے بعد بھی اسی طرح محسوس ہو۔ سیپیا (اگر ایسی عورت کا رحم نیچے گر جائے یا ریڑھ کی ہڈی کے عضلات ڈھیلے ہو جائیں تو سیپیا فوراً اثر کرتی ہے) اگر معدہ حساس ہو اور چھونے سے متورم محسوس ہو، صبح پانچ بجے بھوک محسوس ہو، ٹھنڈا پانی پینے سے تکلیف بڑھے، نظامِ ہضم کمزور ہو، کھانا کھانے کے بعد اُداسی کا دورہ پڑے اور منہ کا ذائقہ کڑوا محسوس ہو تو ان علامات کی ہومیو دوا نیٹرم کارب ہوگی

معدے میں شدید کمزوری کے دورے پڑیں، کھانا کھانے کے بعد بھاری پن اور تناؤ کا احساس ہو، بھوک بہت لگے مگر کھانے کے بعد کمزوری اور نقاہت محسوس ہو، سینہ میں جلن کا احساس ہو، جگر کے مقام پر سختی محسوس ہو، سوئیاں چُبھتی محسوس ہوں اور مریض ڈبل روٹی، چکنائی اور روغنی غذا پسند نہ کرے۔ نیٹرم میور

اگر بھوک لگنے کے باوجود مریض دُبلا پتلا اور لاغر ہو، معدہ کی جلن کے ساتھ دِل بھی دھڑکے، کھانا کھاتے ہوئے پسینہ آئے، نمک کھانے کی بے حد خواہش ہوتی ہو، مریض خالی پیٹ بہتر محسوس کرے، کھانے کے بعد جلن اور تیزابیت ہو اور منہ سے پانی آئے۔ نیٹرم میور

ایسی قے جس میں شدید قسم کی بدبو پائی جائے تو پائیروجینم مفید ہے۔

اگر کھانا کھانے کے چند گھنٹے بعد بے چینی، کھٹے ڈکار اور ہوا سے پیٹ بھر جانا وغیرہ ہو تو نکس وامیکا کے علاوہ پلسٹیلا بھی مفید ہے۔

معدے میں تیزابیت، متلی اور قے کا رجحان ہو، قے کا مواد گلے میں جلن اور خراش پیدا کرے، منہ کا ذائقہ خصوصاً پانی پینے کے بعد کڑوا محسوس ہو، معدے میں درد جسے کچھ کھانے سے آرام ہو مگر کھانے کے بعد قے ہو جاتی ہو، گرم غذا سے مریض بہتر محسوس کرے جبکہ ٹھنڈی غذاؤں سے بیماریوں میں اضافہ ہو جاتا ہو اور معدے میں ٹھنڈک اور کھچاؤ کا احساس ہو تو فوراً کریوزوٹم شروع کر دینی چاہیے کیونکہ یہ علامتیں کینسر میں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ (معدے کے کینسر کے آغاز میں کریوزوٹم کو کونیم کے ساتھ ملا کر دینے

ہومیو فزیشن محترم رانا محمد حسن صاحب کی کتاب ''**خزينة الشفاء**'' کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کے تین سو ستّر صفحات میں تقریباً تمام بیماریوں کا ہومیو پیتھک علاج بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح خواتین کیلئے ایک سو باون صفحات پر مشتمل کتاب '**امراض خواتین**' بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں خواتین کے مخصوص امراض اور اُن کا ہومیو پیتھک علاج تجویز کیا گیا ہے۔ کتب کے حصول کیلئے فون کریں۔

Mob.07792998973 Tel. 020.36747909

E-mail. peshwltd@gmail.com

سے فائدہ ہوتا ہے لیکن اگر کینسر ہو جائے تو سنبھالنا ناممکن ہے۔ صرف آرام مل سکتا ہے مکمل شفا نہیں ہو سکتی)

اگر معدہ میں ہوا ہو، بوجھل پن کا احساس ہو مگر بھوک بہت لگے اور مریض کو گوشت کھانے کی خواہش ہو۔ للئیم ٹگرینم

اگر چھینکوں کے حملے کے دوران بھوک بہت بڑھ جائے۔ سباڈیلا

بھوک کی زیادتی ہو اور رالیں بہتی ہوں۔ لیکٹک ایسڈ۔ اور اگر کھانے کی نالی میں نیچے کی طرف تنگی کا احساس ہو جیسے کوئی گولا پھنسا ہوا ہو جسے مریض ہر وقت نگلنے کی کوشش کرے۔ لیکٹک ایسڈ

اگر ہر چیز جو کھائی جائے معدہ میں جا کر کھٹاس میں تبدیل ہو جائے اور شدید الٹیاں آئیں۔ پلمبم ۲۰۰ (انتڑیوں کا نظام سست ہو جائے تو معدہ میں کھٹاس پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ سُستی فالجی اثرات کی وجہ سے ہو تو پلمبم بہترین دوا ہے۔ اس میں سیاہ رنگ کی اُلٹیاں آتی ہیں یا سبز رنگ کا مواد نکلتا ہے جس میں بعض اوقات خون کی آمیزش بھی ہوتی ہے۔ جگر اور معدے کا نظام تباہ ہو جاتا ہے، معدہ میں بوجھ اور گھٹن کا احساس ہوتا ہے اور ناف اندر کی طرف کھچ جاتی ہے)

اگر بھوک مِٹ جائے اور کھانے پینے کی خواہش بالکل ختم ہو جائے۔ میگنیشیم ۲۰۰ (یہ دوا معدے کی ہر تکلیف میں کام آتی ہے)

نظامِ ہضم بگڑتے ہی میوریٹک ایسڈ دینے سے مذکورہ عدم توازن درست ہو جاتا ہے۔

معدہ میں جلن اور کُھرچن کا احساس ہو۔ ملی فولیم

معدے میں کھٹاس ہو۔ میگنیشیا کارب (ایلو پیتھک طریقے سے میگنیشیا کارب کو معدے کی تیزابیت دور کرنے کے لیے دیا جاتا ہے اس سے جو بد اثرات ہوتے ہیں انھیں میگنیشیا کارب ہومیو پیتھی پوٹینسی میں دینے سے دور کیا جا سکتا ہے)

اعصابی تناؤ کی وجہ سے غیر معمولی بھوک لگے اور گھبراہٹ کی وجہ سے کچھ کھانے کو دل کرے اور اسی طرح ایسی پیاس محسوس ہو جو پانی پینے کے باوجود نہ بُجھے۔ میڈورائینم (سورائینم کی بھوک رات کے وقت زیادہ بے قرار کرتی ہے)

انڈے، ڈبل روٹی، گوشت اور گرم کھانے کھانے اور پینے سے نفرت ہو جائے۔ کھانے پینے کے بعد معدے میں جلن، درد، تشنج کھانسنے پر قے جس میں غیر ہضم شدہ غذا کے علاوہ بلغم ہوتی ہو، کھانے کے بعد ہوا بڑھ جائے، تناؤ کا احساس بڑھ جائے اور ہوا باہر نہ نکلے تو کالی سلف نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔ (رات کو پیٹ میں درد اور دُکھن کا احساس ہوتا ہے اور قبض اور اسہال ادلتے بدلتے رہتے ہیں)

آئرس ورسیکولر معدے کی کھٹاس اور تیزابیت کی بہترین دوا ہے۔ آئرس ٹینکس میں بھی کھٹاس پائی جاتی ہے لیکن اس تکلیف کے ساتھ گلے اور منہ میں بھی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ گلا خشک ہو جاتا ہے ٹھنڈے پانی سے آرام نہیں آتا۔

معدے کی کھٹاس اور معدے کی اندرونی جھلیوں کے لیے۔ آئرس ورسیکولر متلی اور قے کا رجحان ہو، غیر ہضم شدہ غذا نکلے جس میں صفراء کے علاوہ خون کی آمیزش بھی ہو اور لیس دار دھاگے کی طرح کی بلغم نکلے تو کالی بائیکروم مفید ہے۔ (یہ دوا شراب کے رسیا لوگوں کی متلی کے لیے چوٹی کی دوا ہے)

ناشتہ سے پہلے قے آئے یا ڈر کی وجہ سے اُلٹی آئے تو سیپیا ۳۰ اور کروزٹم ۳۰ ملا کر دینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

معدہ کے نزلہ کے لیے جب سردی لگنے سے معدہ میں کمزوری اور نقاہت کا احساس ہو اور اخراجات میں بلغم پیدا ہونے سے طبیعت بدمزہ ہو جاتی ہو۔ تو ہومیو دوا کالی بائیکروم مفید ثابت ہوتی ہے۔

ایسی تمام معدے کی بیماریوں کے لیے جو دودھ ہضم نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیک ڈیف (اگر مرغن غذاؤں یا دودھ ہضم نہ ہونے کی وجہ سے نظامِ ہضم میں خرابی ہو جائے تو عموماً پلسٹیلا استعمال ہوتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ پلسٹیلا کا مزاج گرم ہوتا ہے اور لیک ڈیف کا ٹھنڈا) (جاری ہے)

اہم اعلان

پیشوا انٹرنیشنل میں ہومیو پیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔ کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیو فزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہو سکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔ رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

شمائل نبوی ﷺ (3)

(توحید پرستوں کا بادشاہ)

(چوہدری ناز احمد ناصر۔لندن)

ہر نبی کا اپنی زندگی میں سب سے اہم مقصد توحید کا قیام ہے۔اسی کو وہ ساری زندگی پرچار کرتے رہتے ہیں اور اپنے ماننے والوں میں اس کو میخ کی طرح راسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے شرک اور بت پرستی کے تاریک دور میں قیام توحید کا کام لیا جانا تھا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آغاز سے ہی آپ ﷺ کے دل میں توحید کی محبت اور بت پرستی سے نفرت رکھ دی تھی اور اپنی خاص مشیت سے نبی کریم ﷺ کو ہر قسم کی شرکت کی لغویات سے محفوظ رکھا۔ آج اس موضوع پر ہی اپنے خیالات کا اظہار کرنا مقصود ہے تاکہ ہم، جو آپ کے ماننے والے ہیں، اس وصف کو اپنا سکیں، دوسروں تک اسے پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں اور اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق کرنے کی کوشش کریں گے۔

بتوں اور شرک کی رسومات سے نفرت

رسول اللہ ﷺ کی رضائی ماں ام ایمن بیان کرتی ہیں: کہ ’’بوآنہ‘‘ وہ بت تھا جس کی قریش تعظیم کرتے تھے، اس کے پاس حاضری دے کر قربانیاں گزارتے اور سال میں ایک دن وہاں اعتکاف کرتے تھے۔آپ کے چچا ابو طالب بھی اپنی قوم کے ساتھ وہاں جاتے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے مگر آپ ﷺ ہمیشہ انکار کر دیتے۔یہاں تک کہ بعض اوقات حضور ﷺ کی پھوپھیاں اور چچا ابو طالب آپ ﷺ سے سخت ناراض ہوتے اور کہتے کہ بتوں سے آپ ﷺ کی بیزاری کے باعث آپ ﷺ کے بارہ میں ڈر ہی رہتا ہے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ اپنی پھوپھیوں کے اصرار پر وہاں چلے تو گئے مگر سخت خوفزدہ ہو کر واپس آ گئے اور کہا کہ: ’’**میں نے ایک عجیب منظر دیکھا ہے**‘‘۔ پھوپھیوں نے کہا کہ اتنے نیک انسان پر شیطان اثر نہیں کر سکتا اور پوچھا کہ آپ ﷺ نے کیا دیکھا ہے؟

آپ ﷺ نے بتایا کہ ’’**جونہی میں بت کے قریب جانے لگتا تھا تو سفید رنگ کا ایک شخص چلا کر کہتا تھا کہ اے محمد! (ﷺ) پیچھے رہو اور اس بت کو مت چھوؤ**‘‘۔ بعد میں پھوپھیوں نے بھی اصرار چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کو ایسی رسومات سے محفوظ رکھا۔(بیہقی)

بچپن میں ایک دفعہ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ سفر شام کے دوران آپ ﷺ کی عیسائی راہب بحیریٰ سے ملاقات ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اس کے سوال پر فرمایا تھا کہ ’’**مجھ سے لات اور عزیٰ کے بارہ میں مت پوچھو، خدا کی قسم! ان سے بڑھ کر مجھے اور کسی چیز سے نفرت نہیں**‘‘ (بیہقی)۔

نبی کریم ﷺ ایک دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کا مال تجارت لے کر جب ملک شام گئے اور سودا فروخت کیا تو کسی شخص نے اس دوران آپ ﷺ سے لات اور عزیٰ کی قسم لینا چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’**میں نے کبھی آج تک ان بتوں کے نام کی قسم نہیں کھائی اور نہ کبھی ان کی طرف توجہ کی ہے**‘‘۔

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ اوائل عمر سے ہی آپ ﷺ کو بتوں سے نفرت ہو گئی تھی اور اس کے مقابل پر خدائے واحد کی طرف ہی آپ کا رجحان ہو گیا تھا۔ذیل کے واقعات میں آپ ﷺ کی ’’**اللہ تعالیٰ سے محبت اور واحد خدا کی عبادت**‘‘ کے چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں، جو اس بارہ میں مزید روشنی ڈالتے ہیں اور اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ یقیناً آپ ﷺ ہی دنیا کے تمام توحید پرستوں کے سردار تھے۔تمام انبیاء کرام نے ہی توحید کا درس دیا ہے لیکن بلاشبہ آپ ﷺ ان سب سے بڑھ کر تھے۔ **صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ**۔اللہ تعالیٰ کے ہزاروں ہزار درود و سلام آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر، جن کے طفیل آج مسلمان توحید کے علم بردار ہونے کے ناطے دنیا میں بھی عزت و تکریم سے دیکھے جاتے ہیں۔

عبادت الٰہی کی محبت

آنحضرت ﷺ کے دل میں بچپن سے ہی اپنے خالق و مالک کی محبت بھر دی گئی تھی۔عبادت اور ذکر الٰہی سے آپ ﷺ کو خاص شغف تھا اور خلوت پسندی تھی۔عین عنفوان شباب میں آپ ﷺ کو سچی خوابوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

جوانی میں آنحضور ﷺ ہر سال غار حرا میں ایک مہینہ کے لئے اعتکاف فرمایا کرتے اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے۔جب آپ ﷺ کا یہ اعتکاف ختم ہوتا تو واپس آ کر پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے، پھر گھر تشریف لے جاتے۔جب حضور ﷺ کو پہلی وحی ہوئی تو یہ رمضان المبارک کا ہی مہینہ

تھا، جب آپ ﷺ غارِ حرا میں اعتکاف فرمار ہے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی پہلی وحی کا آغاز ہی بنیادی طور پر توحید کے پیغام سے ہوا۔ پہلے محض ''اِقْرَا'' کے الفاظ پر آپ ﷺ رکتے رہے مگر جب فرشتے نے کہا : اِقْرَا بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ(العلق:2)، یعنی اپنے پیدا کرنے والے پروردگار کے نام سے پڑھیے، جس نے پیدا کیا، تو بے اختیار آپ ﷺ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوگئے کیونکہ آپ تو پہلے ہی اپنے خالق و مالک پر فدا تھے۔

محبت الٰہی کی تمنا

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت الٰہی کے نظارے دیکھ کر مکے کے لوگ سچ ہی تو کہتے تھے عَشِقَ مُحَمَّد رَبُّہ کہ محمد ﷺ تو اپنے ربّ پر عاشق ہوگیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ آپ ﷺ اپنے ربّ کے سچے عاشق تھے۔ آپ ﷺ کی اس محبت کا اظہار نمازوں، عبادات، دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے خوب عیاں ہے۔

محبت الٰہی کی جو دعا آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو سکھائی وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا سے کہیں جامع اور بلیغ ہے۔ آپ ﷺ اپنے مولیٰ کے حضور عرض کرتے :

''اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا کر اور اس کی محبت جس کی محبت مجھے تیرے حضور فائدہ بخشے۔ اے اللہ! میری دل پسند چیزیں جو تو مجھے عطا کرے ان کو اپنی محبوب چیزوں کے حصول کے لئے قوت کا ذریعہ بنادے اور میری وہ پیاری چیزیں جو تو مجھ سے علیحدہ کردے ان کے بدلے اپنی پسندیدہ چیزیں مجھے عطا فرمادے'' (ترمذی)۔

یہ ایک عام طریق ہے کہ جس سے محبت ہو اس کی چیزوں سے بھی پیار ہو جاتا ہے۔ جب سال کی پہلی بارش ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے ننگے سر پر لیتے اور فرماتے : **''ہمارے رب سے یہ تازہ نعمت آئی ہے اور سب سے زیادہ برکت والی ہے''** ۔

رسول کریم ﷺ کی عبادات اور اعمال پر توحید کی گہری چھاپ تھی۔ آپ ﷺ نماز کا آغاز ہی اس دعا سے کرتے تھے۔ ''وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ'' (الانعام:80)، ترجمہ: میں نے موحد ہو کر اپنی تمام توجہ اس ذات کی طرف پھیر دی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں (نسائی)۔

آپ ﷺ کی عبادات محض اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے وقف اور خالص تھیں اور توحید کی گہری چھاپ کی وجہ سے ہر قسم کے ریاء سے پاک تھیں، جس پر عرش کے خدا نے بھی گواہی دی قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کہ: **''اے نبی تو کہہ دے کہ میری نماز، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس کا سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔** (الانعام:163,164)

فرض نمازوں کے علاوہ بالخصوص رات کے وقت آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی گہری محبت سے سرشار ہو کر نہایت خشوع و خضوع سے بہت لمبی اور خوبصورت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اپنے رب کی عبادت آپ ﷺ کو ہر دوسری چیز سے زیادہ عزیز تھی۔ اپنی عزیز ترین بیوی، حضرت عائشہؓ کے ہاں نویں دن باری آتی تھی، ایک دفعہ موسم سرما کی سرد رات کو ان کے لحاف میں داخل ہو جانے کے بعد ان سے فرمانے لگے کہ عائشہ! **''اگر اجازت دو تو آج کی رات میں اپنے ربّ کی عبادت میں گذار لوں''۔** انہوں نے بخوشی اجازت دے دی اور آپ ﷺ بھر عبادت میں روتے روتے سجدہ گاہ تر کردی۔ (سیوطی)۔

توحید کے اقرار کا بھی آپ ﷺ کو بہت لحاظ تھا۔ ایک دفعہ ایک انصاری نے عرض کیا کہ میرے ذمہ ایک مسلمان لونڈی آزاد کرنا ہے۔ یہ ایک حبشی لونڈی ہے، اگر آپ ﷺ سمجھتے ہیں کہ یہ مومن ہے تو میں اسے آزاد کردوں۔ آنحضور ﷺ نے اس لونڈی سے پوچھا کہ: **''کیا تم گواہی دیتی ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''**۔ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا کہ: **''کیا یوم آخرت پر ایمان لاتی ہو''**؟ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: **''اسے آزاد کردو، یہ مومن عورت ہے''** (احمد)

قیامِ توحید

رسول کریم ﷺ کی شریعت کا پہلا سبق کلمہ توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تھا، یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ ﷺ کا اوڑھنا بچھونا توحید ہی تھا۔ صبح و شام خدا کی توحید کا دم بھرتے تھے۔ دن چڑھتا تو آپ ﷺ کے لبوں پر یہ دعا ہوتی: **''ہم نے اسلام کی فطرت اور کلمہ اخلاص (یعنی توحید) پر اور اپنے آپؐ کے دین اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر صبح کی جو موحد تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے''۔** (احمد)

شام ہوتی تو یہ دعا زبان پر ہوتی: **''ہم نے اور سارے جہان نے اللہ کی خاطر شام کی ہے اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے، تمام تعریفوں کا وہی مالک ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے''** (مسلم)۔

کوئی مصیبت پیش ہوئی تو یہ دعا کرتے: **''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی**

عظمت والا اور بردبار ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عظیم عرش کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ آسمان اور زمین کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عرش کریم کا رب ہے“ (احمد)

اپنی امت کو ہمیشہ توحید کے ترانے اور نغمے الاپنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ **”جس شخص نے دن میں سو (100) مرتبہ خدا کی توحید کا یوں اقرار کیا ’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر‘ کہ وہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے، تمام تعریفوں کا بھی وہ مستحق ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ ایسے شخص کو دس غلاموں کی آزادی کے برابر ثواب ہوگا اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو برائیاں مٹائی جائیں گی۔ توحید باری پر مشتمل یہ ذکر اس دن شام تک کے لئے شیطان سے اس کی پناہ کا ذریعہ بن جائے گا اور کوئی شخص اس سے بہتر عمل والا اقرار نہیں پائے گا، سوائے اس شخص کے جو یہ ذکر اس سے زیادہ کثرت سے کرے“** (بخاری)۔

رسول اللہ ﷺ نے توحید کی حفاظت کی خاطر وطن کی قربانی بھی دی اور مدینہ ہجرت کر لی۔ جب وہاں بھی دشمن تعاقت کر کے حملہ آور ہوا تو مجبوراً دفاع کے لئے تلوار اٹھائی مگر ان دفاعی جنگوں کی غرض بھی یہی تھی کہ خدا کا نام بلند ہو۔

ایک دفعہ کسی نے پوچھا: ”اے اللہ کے رسول! کوئی شخص حمیت کی خاطر لڑتا ہے، کوئی شجاعت کے لئے تو کوئی مال غنیمت کی خاطر، ان میں سے خدا کی خاطر جہاد کرنے والا کون شمار ہوگا؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: **”وہ شخص جو اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور توحید کی عظمت قائم ہو، فی الحقیقت وہی خدا کی راہ میں لڑنے والا شمار ہوگا“** (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے توحید کا یہ احترام بھی قائم کیا کہ اپنے اوپر حملہ آور ہونے والے اور ظلم کرنے والے جانی دشمنوں کے متعلق فرمایا کہ اب بھی اگر یہ کلمہ توحید پڑھ لیں تو ہماری ان سے کوئی لڑائی نہیں (بخاری)۔

حضرت اُسامہؓ نے جب ایک جنگ میں مدمقابل دشمن کو (جس نے کلمہ پڑھ لیا تھا) ہلاک کر دیا تو آپؐ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا **”توحید کا اقرار کرنے والے ایک شخص کو کیوں قتل کیا؟ قیامت کے روز جب کلمہ تمہارے گریبان کو پکڑے گا تو کیا جواب دو گے؟“** اور جب اسامہؓ نے کہا کہ وہ سچے دل سے کلمہ نہیں پڑھتا تھا تو فرمایا: **”کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟“** (مسلم)۔

غیرت توحید

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ حرۃ الوبرہ مقام پر ایک مشرک شخص حاضر خدمت ہوا، جرائت و شجاعت میں اس کی بہت شہرت تھی۔ صحابہؓ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے (کہ ایک سورما حالت جنگ میں میسر آیا ہے)۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اس شرط پر آپ کے ساتھ لڑائی میں شامل ہونے آیا ہوں کہ مال غنیمت سے مجھے بھی حصہ دیا جائے۔ آپ نے فرمایا: **”کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟“** اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: **”پھر تم جا سکتے ہو، میں کسی مشرک سے مدد لینا نہیں چاہتا“**۔ سبحان اللہ! توحید کی کیسی غیرت ہے کہ حالت جنگ میں ہوتے ہوئے بھی ایک بہادر سورما کی مدد اس لئے قبول کرنے کو تیار نہیں کہ وہ مشرک ہے۔ کچھ دیر بعد اس نے پھر حاضر ہو کر یہی درخواست کی تو آپؐ نے وہی جواب دیا۔ وہ تیسری دفعہ آیا اور عرض کیا کہ مجھے بھی شریک لشکر کر لیں۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا کہ **”اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہو؟“** اس دفعہ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا: **”ٹھیک ہے، پھر ہمارے ساتھ چلو“** (مسلم)

عظمت توحید

غزوہ احد میں کفار مکہ کے درہ احد سے دوبارہ حملہ کے بعد مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اس دوران ستر مسلمان شہید ہوئے تھے۔ خود حضور ﷺ کی شہادت کی خبریں پھیل گئیں۔ دشمن کو اس پر خوش ہونے کا موقع میسر آ گیا۔ ابوسفیان فخر میں آ کر اپنی فتح جتلانے لگ گئے۔ اس نازک حالت میں (جب مسلمان خود حفاظتی کی خاطر ایک پہاڑی کے دامن میں پناہ گزیں تھے) ابوسفیان مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا: ”کیا تم لوگوں میں محمد (ﷺ) موجود ہیں؟“ رسول کریم ﷺ نے از راہ مصلحت ارشاد فرمایا کہ ”ان کو جواب دینے کی ضرورت نہیں“۔ مسلمانوں کی خاموشی دیکھ کر ابوسفیان کا حوصلہ بڑھا۔ کہنے لگا: ”کیا تم میں ابو قحافہ کا بیٹا (ابوبکرؓ) ہے؟“ حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ: **”جواب نہ دو“** اس پر ابوسفیان پھر بولا: ”کیا تم میں خطاب کا بیٹا (عمرؓ) ہے؟“ مسلمانوں کی مسلسل خاموشی دیکھ کر ابوسفیان نے فتح و کامرانی کا نعرہ لگایا اور کہا: ”اعل ھبل۔ ھبل زندہ باد۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ کی غیرت توحید نے جوش مارا اور آپ ﷺ نے جواب دینے کا ارشاد فرمایا۔ صحابہ نے پوچھا کہ ہم کیا کہیں؟ فرمایا: **”کہو اَللّٰهُ اَعْلٰی وَ اَجَلّ۔ اللہ سب سے بلند اور اعلیٰ شان والا ہے“** ابوسفیان نے کہا: ہمارا تو عزیٰ بت ہے، تمہارا کوئی عزیٰ نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **”اس کو جواب دو اور یہ کہو کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں“**۔ (بخاری) **(بقایا صفحہ ۵۲ پر دیکھیں)**

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 15)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر ہر اُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماء سُوء جو اُمّت مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورت حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتووں، بُرے الفاظ اور اخلاقی گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جا سکیں۔آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بددیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے، صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

مشہور جہاز راں الطاف شیخ صاحب نے، جہاز چلانے کے دن نامی ایک سفرنامہ میں نام نہاد مسلمانوں اور مولویوں کے اسلامی لبادے میں چھپے شیطان کو برہنہ کیا ہے۔قارئین کی خدمت میں اس کتاب سے لیے گئے تین واقعات ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

کیمونسٹ بکریاں اور مسلمان مرغیاں

شمالی کوریا میں حلال گوشت کی دستیابی تو ایک طرف بکریوں کا ملنا ہی ایک بڑا مسئلہ بن گیا۔اس پہاڑی علاقے میں صرف بھیڑیں مل سکتی ہیں اور وہ بھی زیادہ چربی والی۔ ہمارے خلاصیوں نے اعتراض جڑ دیا۔صرف بکری اور گائے کے گوشت کی ڈیمانڈ کی۔آخر ہمارے کورین آفس کے نمائندے نجانے پانچ چھ بکریاں لے ہی آئے۔۔۔۔تمام مراحل سے گزر کر وہ پہاڑی بکریاں جہاز پر پہنچ گئیں۔۔۔سب لوگ بکریوں کو دیکھنے لگے۔اس دوران میں ایک عجیب ''واقعہ'' ہو گیا۔ایک بکری نے پیشاب کر دیا۔شاید دوسری بکریاں پیاس سے بے حال ہو کر جہاز پر پہنچیں تھیں۔وہ سب جہاز کے آہنی ڈیک پر جمع ہونے والے پیشاب کو چاٹنے لگیں۔بس پھر خلاصیوں نے ایک ہنگامہ سا برپا کر دیا۔ **''ہم کیمونسٹوں کی پلید بکریوں کا گوشت ہرگز نہیں کھائیں گے۔اس سے بھوکے مرنا بہتر ہے۔''**

انہیں بہت سمجھایا گیا کہ ہمارے ہاں کی دیسی مرغیاں دن بھر گندی نالیوں میں سے غلاضت کھاتی رہتی ہیں۔وہ پاکستان میں ہیں اس لیے مسلمان مرغیاں ہیں اور یہ بکریاں اس لیے کیمونسٹ ہو گئیں کہ شمالی کوریا میں پائی جاتی ہیں۔

کرسچین کافر نہیں ہوتا

ایک مرتبہ جہاز پر کیبن کی کمی کے سبب سیلون ٹوپس کو کسی خلاصی یا فائر مین کے ساتھ رہنا پڑا تھا۔خاص طور پر جن کے ڈبل بیڈ کیبن تھے۔۔بعض کمروں میں دو بستر اوپر نیچے ہوتے ہیں اور ان میں مختصر سیڑھی نصب ہوتی ہے۔لیکن اسے جس کیبن میں بھی بھیجا جاتا وہاں کا خلاصی اعتراض کرنے لگتا۔

''مَیں ٹوپس (بھنگی) کو اپنے کیبن میں ہرگز نہیں رکھوں گا۔مَیں مسلمان ہوں۔''

چیف آفیسر انہیں بہت سمجھاتا کہ وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں، بڑی بات یہ کہ اہل کتاب ہیں، کرسچین کافر نہیں ہوتا۔

''بنکاک میں دس دن تک تم لوگوں نے وہاں کی **بدھ اور ہندو لڑکیوں کو** اپنے ساتھ ایک ہی بستر پر سلایا تھا تب تمہیں غیرت نہیں آئی'' چیف آفیسر غصے سے بولے۔''اس وقت تمہاری مسلمانی خطرے میں نہیں پڑی تھی؟اب بھی اسی سیلونی ٹوپس کے ہاتھ سے کھانا لے کر کھاتے ہو،لیکن اسے اپنے کمرے میں اور وہ بھی الگ بستر پر سونے پر اعتراض کرتے ہو۔''

حرام اور جھٹکے والا گوشت

جنوبی چین میں سیم کانگ نامی چھوٹا سا قصبہ تھا۔ہمیں اپنے پورے سفر کے لیے وہیں سے گوشت خریدنا تھا۔لہٰذا ہم نے اپنے جہاز کے انجن سرنگ کو بھیجا جو **مولوی** تھا اور جہاز کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔

اسے اس ہدایت کے ساتھ جہاز سے روانہ کیا گیا کہ وہ بکریاں اور گائے حلال کر کے ان کا گوشت لے آئے۔ واپسی پر ہمارے چینی آفس والوں نے فی بکری ۵ یوان، یعنی تین سو روپے اجرت دی۔ جہاز کی طرف سے بھی اسے خاصی رقم ملی۔ دو دن کی چھٹی الگ ملی۔

اگلی مرتبہ جب ہمارا جہاز سیم کانگ بندرگاہ میں پہنچا تو ہماری آمد کی اطلاع ملتے ہی چینی آفس والوں نے اپنے طور پر پہلے ہی ایک چینی مسلمان کا انتظام کیا اور ہمارے لیے جانور ذبح کرا کر گوشت فریز کر کے جہاز پر پہنچا دیا۔ جہاز کا تمام عملہ اس انتظام سے خوش اور مطمئن تھا۔ لیکن ہمارے **مولوی صاحب بگڑ گئے** کہ یہ گوشت حلال نہیں ہے۔

”چین میں مسلمان کہاں سے آ گئے۔“ اس نے سب کے کان بھرنے شروع کر دیے۔

”خبردار! یہ حرام اور جھٹکے والا گوشت مت کھانا۔“

شاید وہ یہ آس لگائے بیٹھا تھا کہ اس مرتبہ بھی اسے بلوایا جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ گویا وہ ایک متوقع آمدنی سے محروم ہو گیا تھا اور اس کی دو دن کی چھٹی بھی ماری گئی تھی۔۔۔ چند خلاصیوں نے اس کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے گوشت کھانے سے انکار کر دیا۔ ان کے لیے سبزی تیار کی جانے لگی۔ لیکن یہ پرہیز دو دن تک جاری رہ سکا۔ تیسرے دن وہ بھی گوشت پر ٹوٹ پڑے اور گزشتہ دو دن کی کسر نکال لی۔ انجن سرنگ مولوی صاحب بھی پہلے تو خفیہ طور پر اور بعد میں سب کے ساتھ گوشت کھانے لگا۔

(جہاز چلانے کے دن از الطاف شیخ۔ صفحات ۱۶ تا ۱۸)

”مرزائی مجسٹریٹ“

سائل: بیتل خان جو کہ میری قوم کا ایک بندہ تھا اس نے مجھے کہا کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح جو اس وقت چھ سات سال کی ہے از روئے شریعت کر دیتا ہوں تُو اس پہلی عورت کو طلاق دے دے کیونکہ تیری اس عورت کی مَیں اپنے ماموں سے شادی کرانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا میں نے اپنی پہلی عورت کو طلاق دے کر چھ سات سالہ لڑکی سے نکاح شرعی کر لیا۔ تین چار سال گزرنے کے بعد لڑکی کے بالغ ہو جانے پر میرے سسر نے پہلے اپنی اس لڑکی کے لیے جو کہ میری منکوحہ تھی دعویٰ تنسیخ نکاح عدالت مظفر گڑھ میں کروا دیا چونکہ افسر ایک مرزائی تھا اس نے نکاح فسخ کر دیا۔ اب اس کا نکاح دوسری جگہ ہو چکا ہے کیا وہ **بغیر طلاق لیے دوسری جگہ نکاح** کر سکتی ہے۔

جواب: فتویٰ مولانا مفتی محمود: مرزائی مجسٹریٹ کا تنسیخ کردہ نکاح شرعاً فسخ نہیں ہوتا بدستور باقی ہے، لہٰذا لڑکی کا دوسری جگہ نکاح صحیح نہیں جان بوجھ کر اس نکاح میں شریک ہونے والے لڑکی اور اس کا باپ سب گناہ گار ہیں توبہ ان کو لازم ہے۔۔۔ (فتاویٰ مفتی محمود جلد ۷ کتاب الطلاق صفحہ ۲۹)

حمل کی مدت

مولانا مفتی محمود کا ایک یہ بھی فتویٰ ہے کہ:۔

حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہیں۔ یعنی چھ مہینے سے پہلے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور زیادہ سے زیادہ دو برس تک پیٹ میں رہ سکتا ہے اس سے زیادہ (بچہ) پیٹ میں نہیں رہ سکتا۔۔ مطلقہ عورت کے ہاں اگر دو سال کے اندر اگر بچہ پیدا ہو جائے تو نسب ثابت ہوگا۔ (فتاویٰ مفتی محمود جلد ۷ کتاب الطلاق صفحہ ۳۸۷)

”مولانا“

بہت مَیں نے سنی ہے آپ کی تقریر مولانا
مگر بدلی نہیں اب تک مری تقدیر مولانا
خدارا شکر کی تلقین اپنے پاس ہی رکھیں
یہ لگتی ہے میرے سینے پہ بن کر تیر مولانا
نہیں مَیں بول سکتا جھوٹ اس درجہ ڈھٹائی سے
یہی ہے جرم میرا اور یہی تقصیر مولانا
حقیقت کیا ہے یہ تو آپ جانیں یا خدا جانے
سنا ہے جمی کارٹر آپ کا ہے پیر مولانا
زمینیں ہوں وڈیروں کی مشینیں ہوں لٹیروں کی
خدا نے لکھ کے دی ہے یہ تمہیں تحریر مولانا
کروڑوں کیوں نہیں مل کر فلسطیں کے لیے لڑتے
دُعا ہی سے فقط کٹتی نہیں زنجیر مولانا

حبیب جالب

کلمہ کی توہین

ایک شہری منیر احمد نے وکیل اظہر صدیق کی وساطت سے ہائی کورٹ لاہور کے جسٹس شجاعت علی خان کی عدالت میں دائر درخواست میں وزیر اعلیٰ پنجاب، چیف سیکرٹری پنجاب اور محکمہ اوقاف کو فریق بناتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ داتا دربار میں لکھے گئے کلمے کو روشنیوں سے ظاہر کیا گیا ہے، کلمے پر

روشنی پڑنے سے فرش پر بننے والے عکس سے بے حرمتی ہو رہی ہے، محکمہ اوقاف کو کلمے کی جگہ تبدیل کرنے یا عکس ختم کرنے کے لیے درخواستیں دیں مگر شنوائی نہ ہوئی۔ لہٰذا معزز عدالت سے استدعا ہے کہ محکمہ اوقاف کو کلمے کی جگہ تبدیل کرنے یا عکس ختم کرنے کا حکم دیا جائے۔ جس پر فاضل عدالت نے ایڈووکیٹ جنرل، وزیر مذہبی امور اور ڈائریکٹر اوقاف پر مشتمل کمیشن تشکیل دیتے ہوئے کہا کہ کمیشن داتا دربار کے مزار کا دورہ کرے اور کلمے کا عکس ختم کرنے کے لیے اقدامات کر کے عملدرآمد رپورٹ عدالت میں پیش کرے۔ بعد میں عملدرآمد رپورٹ جمع کرا دی گئی، جس میں کہا گیا ہے کہ مزار پر کلمے کا زمین پر پڑنے والا عکس ختم کر دیا گیا ہے۔

(تاریخی واقعات۔۱۹ اپریل ۲۰۱۸)

مسجد کے حجرے میں

روزنامہ خبریں کے مطابق بتایا گیا ہے کہ محنت کش صفدر علی کا دس سالہ بیٹا جامع مسجد کے مدرسہ انصاف سٹی فیروز ہلہ روڈ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جایا کرتا تھا، دس سالہ بچہ گزشتہ روز بھی معمول کے مطابق مسجد میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے گیا تو مسجد کا پیش امام حافظ ظہور احمد بچے کو زبردستی اپنے حجرے میں لے گیا اور حجرے کو اندر سے بند کر کے بچے کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ بچے کی چیخ و پکار سن کر مسجد کے اطراف میں موجود لوگ موقع پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کو کہا۔ دروازہ نہ کھلنے پر انہوں نے دروازہ توڑا تو لڑکے کی حالت غیر تھی جبکہ ملزم موقع سے فرار ہو گیا۔

(بحوالہ تکبیر نیوز۔۹ مئی ۲۰۱۸ء)

محرم، کربلا اور ہم

مشہور کالم نگار و تجزیہ کار جناب ارشاد بھٹی اپنے کالم ''یہ ہو نہیں سکتا!'' میں لکھتے ہیں:۔

''محرم اور کربلا، مطلب حرمت والا مہینہ اور عظیم قربانی، یہ ذہنوں میں رکھ کے بتایئے کہ وہ محرم جو زمانہ جاہلیت میں بھی حرمت والا، وہ محرم جس میں دنیا کے اجڈ ترین اور سب سے بڑے جھگڑالو پر امن ہو جاتے، تلواریں نیام میں ڈال لیتے، جرم، گناہ سے پرہیز کرنے لگ جاتے، اس حرمت والے محرم میں آج نبی ﷺ کی امت کا کیا حال ہے، کیا حرمت والے مہینے میں بھی مومنوں کے ہاتھوں مومنوں کے گلے نہیں کاٹے جا رہے، عزتیں نہیں لوٹی جا رہیں، ڈاکے نہیں مارے جا رہے، ہر دو نمبری نہیں ہو رہی، ویسے تو مومنوں کی ہر دو نمبری کو رمضان میں دو پہیے لگ جاتے ہیں، لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ ہجرت سے شروع ہوئے محرم میں محمد ﷺ کی امت ایک مہینے کے لیے بھی دنیا سے دین، گناہوں سے نیکیوں، برائی سے اچھائی کی طرف ہجرت نہ کر پائے۔ اب آ جایئے کربلا پر، اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کیا سیکھا ہم نے اس قربانی سے، کیا حاصل ہوا ہمیں اس عظیم قربانی سے، عملی طور پر کیا بدلاؤ آیا ہماری زندگیوں میں، کیا ایسا تو نہیں کہ اب باتیں، باتیں اور صرف باتیں ہی رہ گئیں، مان جایئے کہ اب ہم زمانہ جاہلیت کے گنواروں سے بھی بدتر، مان جایئے کہ اب ہم قرآن کا پیغام بھلا بیٹھے، نبی ﷺ کے اسوہ حسنہ سے بھٹک گئے، مان جایئے کہ بدر سے کربلا تک اب ہمارے پاس خالی قصے کہانیاں رہ گئیں، مان جایئے کہ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اپنے بے آبرو، بے توقیر اور بے چین ہونے کی وجہ ہم خود ہی ہیں۔ اور یہ سب تو ہونا ہی تھا کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ زندگی فرعون کی ہو اور آخرت موسیٰ کی ملے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محبتوں کے دعوے حسینؓ سے اور اطاعتیں یزید کی اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دماغ میں کربلا اور دل میں بسی رہے دنیا، یہ نہیں ہوسکتا۔''

(روزنامہ جنگ ۲۰ ستمبر ۲۰۱۸ء)

مساج سینٹر اور مولوی

پاکستان تحریک انصاف نے این اے ۳۵ بنوں سے دینی مدرسے جامعہ المرکز الاسلامی کے مہتمم، عالم دین، مولانا سید نسیم علی شاہ کو ضمنی انتخاب کے لیے پارٹی ٹکٹ جاری کر دیا ان کا مقابلہ ایم ایم اے کے امیدوار زاہد اکرم درانی سے ہو گا۔ مولانا سید نسیم کی بھابھی خواتین کی مخصوص نشستوں پر رکن اسمبلی بنائی جا چکی ہیں۔ مولانا سید نسیم کا تعلق جے یو آئی سے تھا۔ انکے متعلق عمر فاروق لکھتے ہیں:

۲۲ جون ۲۰۰۷ کی بات ہے کہ لال مسجد کی طالبات نے ایف ایٹ میں چینی مساج سینٹر پر چھاپہ مارا اور تین چینی خواتین سمیت وہاں دیگر افراد کو اٹھا کر مسجد لے آئیں۔ مَیں جب لال مسجد پہنچا تو علامہ عبدالرشید غازی نے بتایا کہ چھاپے کے دوران جو لوگ پکڑے گئے ہیں ان میں ایک عالم دین کے دو بیٹے بھی ہیں، ان کا تعلق ایک مذہبی سیاسی جماعت سے ہے۔ بالآخر انہیں خفیہ راستے سے نکال دیا گیا۔ اخبارات میں چھپا تھا کہ مساج سینٹر سے ایک عالم دین کا بیٹا پکڑا گیا۔ یہ بیٹا یہی مولانا سید نسیم علی شاہ تھا اور عالم دین اسکا باپ جمعیۃ الاسلام ف کا مولانا نصیب شاہ تھا۔ (بحوالہ روزنامہ پاکستان ۱۶ ستمبر ۲۰۱۸ء)

”میں اپنے اَفسانوں میں تمھیں پھر مِلوں گا“

تحریر: محمد نعیم یاؔد، جوہرآباد۔پاکستان

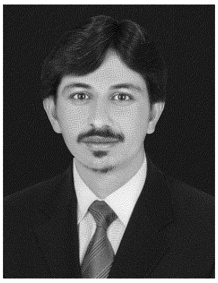

کہتے ہیں یادیں دلوں میں بستی ہیں پر یہ بھی سچ ہے کہ دلوں میں یادیں انہی کی بستی ہیں جو دلوں کے قریب ہوتے ہیں۔ کچھ یادیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنھیں اکثر اوقات آنکھیں آنسوؤں سے دھوتی رہتی ہیں، تا کہ کوئی گزرا ہوا لمحہ وقت کے گرد و غبار میں گم نہ ہو جائے۔ ایسے ہی اُردو اور پنجابی کے نامور افسانہ نگار و ادیب محمد منشا یاد کے ساتھ جُڑی میری کچھ یادیں ہیں جو مجھے اپنے حصار میں لیے رکھتی ہیں۔

اُردو اُفق پہ منشا یاد کا نام کسی بھی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ ۵ ستمبر ۱۹۳۷ء کو موضع ٹھٹھہ نشتر براستہ فاروق آباد، تحصیل و ضلع شیخوپورہ (پنجاب) پاکستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کا نام غلام محمد حکیم تھا۔ غلام محمد حکیم پیشے کے لحاظ سے طب سے وابستہ تھے۔ غلام محمد حکیم نے طب اپنے ماموں زاد حکیم مولا داد سے سیکھی۔ منشا یاد کے دادا غلام محمد حکیم سے طب و حکمت منشا یاد کے چچا محمد خلیل کو منتقل ہوگئی۔ منشا یاد کے والد کا نام نذیر احمد تھا۔ نذیر احمد پہلے زراعت کے شعبے سے وابستہ رہے مگر بعد میں طب کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ کی والدہ کا نام بشیراں بی بی بنت محمد اسمٰعیل تھا۔ بشیراں بی بی ایک نیک اور پرہیزگار خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ کتابیں پڑھنے کا شوق بھی رکھتی تھیں۔ خاص طور پر پنجابی اَدب کا مطالعہ بہت دلچسپی سے کرتی تھیں۔ اپنے اَفسانوی مجموعہ ”شہر فسانہ“ کے حرفِ دوم میں منشاء یاد اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

”والدین زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ ان کی تعلیم دینی اور مکتبی تھی۔ ماں جی اور پھوپھی گھر کا کام کاج کرتے ہوئے اکثر بارہ ماہوں، دوہڑوں اور سی حرفیوں کے ابیات گنگناتی رہتیں رات کو گھر میں خوب محفل جمتی۔“۔۱

منشا یاد کو **شعر و اَدب** کا ماحول گھر ہی سے ملا۔ اگر یہ کہا جائے کہ منشا یاد کو اَدب سے دلچسپی ماں جی سے ورثے میں ملی، تو غلط نہ ہوگا۔ منشا یاد خود بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ اس حوالے سے اسلم سراج الدین لکھتے ہیں کہ:۔

منشا یاد کے دو ماموں تھے جو اَب اِس دنیا میں نہیں ہیں۔ بڑے غلام محمد، جو ان کی بہن زہرہ کے سسر اور شاعر بھانجے خلیق الرحمٰن کے دادا تھے، مذہبی اسکالر اور شعر و اَدب کا اچھا ذوق رکھنے والے بزرگ تھے۔ منشا یاد کا خیال ہے کہ ان میں اَدبی ذوق والدہ کے توسط سے ننھیال کی طرف سے آیا“۔۲

منشا یاد نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں گجیانہ میں حاصل کی۔ پھر منشا یاد کے والد نے ماسٹر رحمت اللہ کے مشورے سے آپ کو ایم بی ہائی سکول نمبر ا حافظ آباد میں داخل کروایا۔ لیکن یہاں آپ کو دوبارہ پانچویں جماعت میں ہی داخلہ ملا، اور ۱۹۵۵ء میں آپ نے میٹرک کا امتحان بھی یہاں سے ہی امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ ۱۹۵۷ء میں جی ایس ای رسول سے سول انجینئرنگ

شاعر
افسانہ نگار
منشا یاؔد

میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ ۱۹۶۴ء میں ادیب فاضل کورس، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے کیا۔ ۱۹۶۵ء میں بی۔اے کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۶۷۔۱۹۶۵ء میں حشمت علی اسلامیہ کالج راولپنڈی سے اُردو میں ایم۔اے کیا۔ پھر ۷۰۔۱۹۶۷ء میں پنجاب یونیورسٹی سے پنجابی زبان میں پرائیویٹ طور پر ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔

۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۰ء تک آپ پی ڈبلیو ڈی کے محکمہ بحالیات اور بعد ازاں دارالحکوت کے ادارے (سی ڈی اے، اسلام آباد) میں بحیثیت سب انجینئر/ اسسٹنٹ انجینئر/ ایگزیکٹو انجینئر، کے عہدوں پر فائز رہے۔ پھر ۱۹۶۰ء تا ۱۹۹۷ء میں افسر تعلقات عامہ اور افسر اعلیٰ شکایات کے عہدوں پر اپنے فرائض سرانجام دینے کے بعد یہاں سے ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

منشا یاد نے اَدبی سفر کا آغاز نہ صرف کہانیوں سے بلکہ کہانیوں کے ساتھ ساتھ شاعری سے بھی کیا۔ اور یہاں پر انھوں نے اپنا تخلص یاؔد استعمال کیا۔

مگر دوست احباب کے سمجھانے پر شاعری ترک کرنے کا ارادہ کیا اور صرف کہانیوں اور نثری تخلیقات کی طرف توجہ دی۔ اس حوالے سے منشا یاد ''شہرِ فسانہ'' کے حرفِ دوم میں یوں بیان کرتے ہیں:۔

''عفوان شباب میں ہر شخص آدھا شاعر تو ضرور ہوتا ہے۔ میں بھی تھا۔ شروع میں کہانیوں کے علاوہ شاعری بھی کرتا تھا۔ لیکن پھر چھوڑ دی۔ کیوں؟۔ پہلی بات تو یہ کہ شاعری کے انسپائریشن کا ہونا ضروری ہے۔ ادھر یہ چاند جلد ہی غروب ہو گیا، اب اماوس میں کیا سجھائی دیتا۔ دوسری بات یہ کہ بعض رسالوں میں اس قسم کے اعلانات چھپتے دیکھے کہ مہربانی کر کے ہمیں نظمیں، غزلیں نہ بھجوائی جائیں ان کا ذخیرہ بہت ہو گیا ہے۔ ہمیں نثری تخلیقات کی ضرورت ہے۔ تیسرے یہ کہ شاعر تو پہلے ہی بہت تھے سوچا شاعری چھوڑ دی تو کچھ فرق نہ پڑے گا مگر نثر نہیں چھوڑی جا سکتی تھی۔ کیوں کہ کچھ کہانیاں ایسی ہوتی ہیں جو صرف آپ ہی لکھ سکتے ہیں''۔ ۔۔۔۔۔(۳)

۱۹۵۵ء میں منشا یاد کا پہلا افسانہ ''کنول'' کے عنوان سے رسالہ ''شمع'' لاہور میں شائع ہوا اس کے بعد ان کی درج ذیل تصانیف منظر عام پر آئیں ان کتب کو علمی و ادبی حلقوں نے بہ نظر تحسین دیکھا:۔

بند مٹھی میں جگنو (۱۹۷۵ء)، ٹانواں ٹانواں تارا (پنجابی ناول) ۱۹۷۷ء، ماس اور مٹی ۱۹۸۰ء، خلا اندر خلا ۱۹۸۳ء، وقت اور سمندر ۱۹۸۴ء، وگدا پانی (پنجابی (شاہ مکھی اور گورمکھی) ۱۹۸۷ء، درخت آدمی ۱۹۹۰ء، دور کی آواز ۱۹۹۴ء، تماشا ۱۹۹۵ء، شہر فسانہ ۲۰۰۳ء، خواب سرائے ۲۰۰۵ء، انھاں کھوہ (گورمکھی) ۲۰۰۹ء، اک کنکر ٹھہرے پانی میں ۲۰۱۰ء، منشائیے (شگفتہ تحریریں) ۲۰۱۱ء اور راہیں ۲۰۱۳ء۔ علاوہ ازیں منشا یاد اپنی یاداشتوں پر مبنی کتاب ''یادیں'' بھی تحریر کر رہے تھے۔ مگر بوجہ رحلت وہ اس کو مکمل نہ کر سکے۔ زیرِ نظر اُردو ناول ''راہیں'' بھی ان کی وفات کے بعد شائع ہوا جس کا حرفِ آغاز ان کی بیگم فرحت نسیم نے تحریر کیا۔

منشا یاد نے اسلام آباد میں پہلی اَدبی تنظیم حلقہ اَربابِ ذوق کی بنیاد رکھی، دسمبر ۱۹۷۲ء میں حلقہ اَربابِ ذوق اسلام آباد کی ایک ادبی حوالے سے انٹرنیٹ پر ایک ویب سائٹ (http://halqaone2.tripad.com.1) بنائی اور اسے ہر ہفتے کی ادبی کاروائی بمع تصاویر کے ساتھ اَپ ڈیٹ کرتے رہتے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام آباد میں لکھنے والوں کی انجمن، بزم کتاب، رابطہ اور فکشن فورم جیسی اہم تنظیمیں قائم کیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ اسلام آباد میں حلقہ اَربابِ ذوق اور دیگر اَدبی سرگرمیوں کے فروغ کے لئے مختلف اخبارات میں کالم نگاری اور ادبی رپورٹس لکھتے رہے اسلام آباد کے مختلف نمائندہ اخبارات تعمیر، نوائے وقت، مشرق، جنگ اور ہمدرد اسلام آباد کے ادبی صفحات میں آپ نے بھرپور طبع آزمائی کی۔

منشا یاد نے اپنے قلم کے ذریعے معاشرے کے مسائل کو چھوا، محسوس کیا، خود پر طاری کیا اور اسے کہانی کی شکل میں ہمارے سامنے لائے۔ آپ نے اپنے دیہات کی سونی مٹی سے اپنی محبت کا اظہار اَفسانوں کی صورت میں کیا۔ منشا یاد کو اپنے عہد کے اَفسانہ نگاروں میں یہ انفرادیت بھی حاصل ہے کہ انھوں نے دیہات کی عکاسی میں فکر کے ساتھ فن کے تجربے بھی کیے ہیں۔ چونکہ وہ خود دیہات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سادہ دل دیہاتیوں کے غم اور خوشی کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ان کے اَفسانوں میں سادہ لوح دیہاتی اور ان کی بے لوث زندگی، خلوص، مہمان نوازی، رسم و رواج، غم، خوشیاں، دوستیاں، دشمنیاں، خود داری کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ انھوں نے دیہاتی زندگی کی تصویر کشی اس انداز میں کی ہے کہ کوئی پہلو تشنہ نہیں رہتا اور قاری کے سامنے دیہاتی زندگی اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ گھومنے لگتی ہے۔ آپ نے دیگر جدید اَفسانہ نگاروں کے برعکس گھمبیر اور گہری علامتوں کے بجائے ہلکی پھلکی علامتوں اور استعاروں کا استعمال کیا۔ منشا یاد جہاں روایت سے جڑے ہوئے ہیں وہیں وہ روایت میں نیا پن پیدا کرتے ہیں۔ ان کے اَفسانے جہاں کلاسیکی طرز لیے ہوئے ہیں وہیں جدت کی ہم آہنگی کلاسیکی انداز کو ایک نئے معنی عطا کر رہی ہے۔

منشا یاد اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ تمام ملنے والوں سے اخلاق اور اخلاص سے بھرپور برتاؤ کرنا ان کا شیوہ تھا جو بھی ان سے ایک بار مل لیتا وہ ان کی وضع داری اور حسن سلوک کا شیدائی ہو جاتا تھا۔ ۱۰ مئی ۲۰۱۰ء کو راقم کی منشا یاد سے پہلی ملاقات ہوئی۔ انٹرنیٹ پہ جناب منشا یاد کا ٹیلی فون نمبر ڈھونڈا اور دھڑکتے دِل کے ساتھ ان سے بات کی۔ دل میں بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ اتنے بڑے آدمی مجھ ناچیز سے نہ جانے کیسے بات کرتے ہیں، میں نے فون پہ ملاقات کی درخواست کی تو کہنے لگے ''جب بھی اسلام آباد آنا ہو تو مجھے بتا دینا ملاقات ضرور کریں گے۔'' آپ کے محبت بھرے لہجے نے ملاقات کے اشتیاق کو مزید بڑھا دیا، اس لیے پہلی فرصت میں خوشاب کی مشہور سوغات ڈھوڈا لے کر آپ کی خدمت میں جا پہنچا۔ ٹیکسی پہ جب میں آپ کے گھر پہنچا تو آپ باہر کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے۔ گیٹ کے باہر نیم پلیٹ پہ ''افسانہ منزل'' لکھا دیکھ کر آپ کی افسانے سے محبت نظر آ رہی تھی۔ اندر بیٹھے تو رسمی سا تعارف کرواتے

ہوئے میں نے کہا ''سر میں خوشاب سے احمد ندیم قاسمی اور واصف علی واصف کی سرزمین سے، یہ آپ کے لیے خوشاب کا ڈھوڈا لایا ہوں'' چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ اُبھری پھر خلا میں جھانکتے ہوئے بولے ''ہاں وہ مجھے تم سے اُن کی خوشبو آ رہی تھی۔''

چائے کے ساتھ گپ شپ رہی۔ میری زیادہ تر گفتگو کا موضوع ان کا مشہور ڈراما ''راہیں'' تھا۔ اُن دنوں وہ پنجابی ناول ''ٹانواں ٹانواں تارا'' کو اُردو میں ڈھال رہے تھے۔ ان کی اسسٹنٹ کمپیوٹر پہ کمپوز کر رہی تھی مگر میں نے منشایاد کے اندر کمپیوٹر پہ کام کے حوالے سے زیادہ دلچسپی دیکھی جب میں نے انھیں بتایا کہ میں اپنے علاقے میں کمپیوٹر ٹریزر رہ چکا ہوں تو وہ مجھ سے کمپیوٹر کے حوالے سے کئی باتیں پوچھنے لگے ان کا شوق اور دلچسپی مجھے ان کی شخصیت سے مزید متاثر کر رہی تھی۔ اس ملاقات میں منشایاد نے مجھے اپنا مجموعہ ''شہر فسانہ'' اپنے دستخط کر کے دیا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ واپسی کے سفر میں سارے رستے میں اپنی قسمت کو داد دیتا رہا۔ اس کے بعد جب بھی اسلام آباد کا چکر لگتا میری کوشش ہوتی ان سے ملاقات ضرور کروں۔ اگر وہ مصروف ہوتے تو فون پہ بتا دیتے۔ ایک دن ان کو نیشنل بک فاؤنڈیشن جانا تھا اور میں اس دن اسلام آباد تھا۔ میں نے ملنے کی درخواست کی تو انھوں نے بتایا کہ وہ نیشنل بک فاؤنڈیشن سے فارغ ہو کر مطلع کر دیں گے۔ مجھے کسی کام کی وجہ سے واپس جلد آنا پڑا جب میں ابھی راستے میں ہی تھا تو انھوں نے اپنے موبائل سے مجھے کال کی کہ میں اب فارغ تھا تو سوچا کہ آپ سے کہہ دوں کہ آپ ملنے آ سکتے ہیں۔ میں نے معذرت کی تو بڑے پیار سے کہنے لگے چلو کوئی بات نہیں پھر کبھی سہی۔

محبت بھرے اس تعلق کو ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ ۱۵۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو ایک دوست کی کال آئی کہ ٹی وی پہ خبر آئی ہے کہ منشایاد اسلام آباد میں انتقال کر گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر شدید صدمے سے دوچار ہوا۔ بار بار ان کا محبت بھرا چہرہ سامنے آ جاتا۔ دل اُن کے جانے کو تسلیم ہی نہ کرتا۔ بیگم منشایاد نے صحیح کہا تھا کہ منشایاد جو زندگی بھر زندوں سے بھی زیادہ زندہ رہے، گئے تو ہمارا اندر سے وجود خالی کر گئے۔

منشایاد کی ذات میرے لیے سایہ پدری کی حیثیت رکھتی تھی اس لیے آج تک کبھی خود کو اُن کی ذات سے الگ نہیں کر پایا۔ ممتاز مفتی نے الکھ نگری میں قدرت اللہ شہاب کی وفات پہ لکھا تھا کہ ''مرنے کے بعد بھی شہاب نے مجھے اکیلا نہیں ہونے دیا۔ اُلٹا وفات کے بعد وہ میرے اندر رچ بس گیا ہے۔ میرے اور قریب آ گیا ہے کہ قدرت اللہ زندگی میں مجھ سے ملا، یہ میرے اللہ کی مجھ پر سب سے بڑی کرم نوازی ہے کہ وفات کے بعد بھی اس نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔''

میں سمجھتا ہوں کہ ممتاز مفتی کے لیے جو شہاب تھے وہ میرے لیے منشایاد تھے۔ ۲۰۱۱ء سے لے کر آج تک کبھی یہ نہیں ہوا کہ کبھی وہ مجھ سے جدا ہوئے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ۵ ستمبر کو جب افسانہ منزل اسلام آباد، راولپنڈی، لاہور اور دیگر بڑے شہروں کی اَدبی تنظیموں کے تحت منشایاد کا یومِ پیدائش منایا جا رہا ہوتا ہے وہیں ضلع خوشاب کے چھوٹے سے شہر جوہر آباد میں بھی اُن کی سالگرہ کا کیک کاٹا جا رہا ہوتا ہے۔ یہ سب اُن کی عطا کی گئی محبت کا اثر تھا کہ ۱۰ مئی ۲۰۱۰ء کو افسانہ منزل پہ جانے والا حافظ محمد نعیم عباس تھا مگر وہاں سے واپس آنے والا نعیم یاد تھا۔ صاحبو میں کتنا خوش نصیب انسان ہوں۔

حکومت پاکستان نے انکے فن افسانہ کی خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں ۲۰۰۴ء میں انہیں تمغہ حسن کارکردگی سے نوازا۔ ۲۰۰۶ء میں انہیں پنجابی زبان میں بہترین ناول نگاری پر بابا فرید ادبی ایوارڈ دیا گیا، جبکہ ۲۰۱۰ء میں انہیں عالمی فروغ اردو ادب ایوارڈ سے بھی نوازا گیا تھا۔ ان اعزازات کے علاوہ بھی انہیں کئی اعزازات سے نوازا گیا تھا۔

حوالہ جات: (۱) منشایاد، شہر فسانہ، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۱۱ (۲) اسلم سراج الدین، منشایاد شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۲۸ (۳) اسلم سراج الدین، منشایاد شخصیت اور فن

''اُداسی'' اقتباس: منشایاد

مَیں تنہائی پسند اور یاسیت پسند نہیں ہوں۔ رشتہ داروں کے جمگھٹے اور دوستوں کی پُر رونق محفلوں کو پسند کرتا ہوں اور ہنگاموں میں خوش رہتا ہوں، لیکن جب مجھے کوئی تخلیقی کام کرنا ہو، لکھنے کے لیے ذہن میں بہت کچھ جمع ہو گیا ہو، تب مجھے انڈا دینے والی مرغی کی طرح کسی تنہا گوشے کی تلاش ہوتی ہے۔ تنہائی کے علاوہ مجھے ایک خاص قسم کی اداسی کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس میں مبتلا ہوئے بغیر میرا قلم اور ذہن رواں نہیں ہوتے البتہ کوئی سا مضمون، کوئی فرمائشی تقریر یا روایتی قسم کا اسکرپٹ لکھنا ہو تو مجھے تنہائی اور اداسی کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

شعروشاعری

"وہ والی ہے وہ داتا ہے وہی میرا سہارا ہے"

امۃ الباری ناصر صاحبہ

میں اس کی ہوں وہ میرا ہے وہی میرا سہارا ہے		وہ پیارا میرا پیارا ہے وہی میرا سہارا ہے
مرا گھر بھر دیا اس نے خود اپنے فضل و رحمت سے		بہت اس نے نوازا ہے وہی میرا سہارا ہے
مرے لب پر ہمیشہ حمدیہ اشعار رہتے ہیں		اسے دل سے پکارا ہے وہی میرا سہارا ہے
گناہوں کا اٹھائے بوجھ اس کے در پہ آئی ہوں		وہ بخشش کرنے والا ہے وہی میرا سہارا ہے
دیالو ہے وہ کل عالم کو بن مانگے ہی دیتا ہے		وہ والی ہے وہ داتا ہے وہی میرا سہارا ہے
زمانے والے عیبوں کی بہت تشہیر کرتے ہیں		وہ پردہ رکھنے والا ہے وہی میرا سہارا ہے
وہ ماں سے بڑھ کے کرتا ہے محبت مجھ نکمی سے		وہ میرا مان رکھتا ہے وہی میرا سہارا ہے
وہ دکھیاروں کا حامی ہے وہ بیماروں کا چارہ ہے		دعا مضطر کی سنتا ہے وہی میرا سہارا ہے
اٹھائے ہیں ستم میں نے بہت سفاک دنیا کے		وہی ہمت بڑھاتا ہے وہی میرا سہارا ہے
مجھے طاقت کہاں ہے شکر کی جیسا کہ واجب ہے		وہ خود آنکھوں سے پڑھتا ہے وہی میرا سہارا ہے

"مرے شہر جل رہے ہیں مرے لوگ مر رہے ہیں"

عبیداللہ علیم

میں یہ کس کے نام لکھوں جو الم گزر رہے ہیں		مرے شہر جل رہے ہیں مرے لوگ مر رہے ہیں
کوئی غنچہ ہو کہ گل ہو کوئی شاخ ہو کوئی شجر ہو		وہ ہوائے گلستاں ہے کہ سبھی بکھر رہے ہیں
کبھی رحمتیں تھیں نازل اسی خطۂ زمیں پر		وہی خطۂ زمیں ہے کہ عذاب اتر رہے ہیں
وہی طائروں کے جھرمٹ جو ہوا میں جھولتے تھے		وہ فضا کو دیکھتے ہیں تو اب آہ بھر رہے ہیں
بڑی آرزو تھی ہم کو نئے خواب دیکھنے کی		سو اب اپنی زندگی میں نئے خواب بھر رہے ہیں
کوئی اور تو نہیں ہے پس خنجر آزمائی		ہمیں قتل ہو رہے ہیں ہمیں قتل کر رہے ہیں

حکومت حجاز نے ایک برطانوی کمپنی کو "حجاز لائن" تعمیر کرنے کا ٹھیکہ دیا، تجویز یہ تھی کہ جدہ سے مکّہ معظّمہ تک ریل نکال کر حاجیوں کی مشکلات کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اکبرالہ آبادی نے جب اس خبر کو سنا تو ان کی جولانی طبع رک نہ سکی۔ فرمانے لگے

مکّے تک ریل کا سامان ہوا چاہتا ہے		اب تو انجن بھی مسلمان ہوا چاہتا ہے

”چلو پھر آج اسی بے وفا کی بات کریں“

ساؔحر لدھیانوی

سزا کا حال سنائیں جزا کی بات کریں　　خدا ملا ہو جنہیں وہ خُدا کی بات کریں
انہیں پتہ بھی چلے اور وہ خفا بھی نہ ہوں　　اس احتیاط سے کیا مدعا کی بات کریں
ہمارے عہد میں تہذیب میں قبا ہی نہیں　　اگر قبا ہو تو بند قبا کی بات کریں
ہر ایک دَور کا مذہب نیا خُدا لایا　　کریں تو ہم بھی مگر کس خُدا کی بات کریں
وفا شعار کئی ہیں کوئی حسیں بھی تو ہو　　چلو پھر آج اسی بے وفا کی بات کریں

”جب بنایا تھا چاند اتنا حسیں“

پروین فناؔ سید

کیا غضب تُو نے اے بہار کیا　　پتّی پتّی کو بے قرار کیا
اب تو سچ بولنے کی رسم نہیں　　کس نے پھر اہتمام دار کیا
آتش درد میں کمی نہ ہوئی　　لاکھ آنکھوں کو اشک بار کیا
روشنی کی تلاش میں ہم نے　　بارہا ظلمتوں سے پیار کیا
موج در موج تھے دکھوں کے بھنور　　ہم نے تنہا سبھی کو پار کیا
جب بنایا تھا چاند اتنا حسیں　　اس کا انجام کیوں غبار کیا

”عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے“ (میر تقی میرؔ)

عشق میں نے خوف و خطر چاہیے　　جان کے دینے کو جگر چاہیے
قابل آغوش ستم دیدگان　　اشک سا پاکیزہ گوہر چاہیے
حال یہ پہنچا ہے کہ اب ضعف سے　　اُٹھتے پلک ایک پہر چاہیے
کم ہے شناسائے زر داغ دل　　اس کے پرکھنے کو نظر چاہیے
سینکڑوں مرتے ہیں سدا پھر بھی یاں　　واقع اک شام و سحر چاہیے
عشق کے آثار ہیں اے بوالہوس　　داغ بہ دل دست بسر چاہیے
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں　　عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے
جیسے جرس پارہ گلو کیا کروں　　نالہ و فغاں میں اثر چاہیے
خوف قیامت کا یہی ہے کہ میرؔ　　ہم کو جیا بار دگر چاہیے

”بات کہنے کا سلیقہ چاہیے“

کلیم عاجز

منہ فقیروں سے نہ پھیرا چاہیے — یہ تو پوچھا چاہیے کیا چاہیے
چاہ کا معیار اونچا چاہیے — جو نہ چاہیں ان کو چاہا چاہیے
کون چاہے ہے کسی کو بے غرض — چاہنے والوں سے بھاگا چاہیے
ہم تو کچھ چاہے ہیں تم چاہو ہو کچھ — وقت کیا چاہے ہے دیکھا چاہیے
چاہتے ہیں تیرے ہی دامن کی خیر — ہم ہیں دیوانے ہمیں کیا چاہیے
بے رخی بھی ناز بھی انداز بھی — چاہیے لیکن نہ اتنا چاہیے
ہم جو کہنا چاہتے ہیں کیا کہیں — آپ کہہ لیجیے جو کہنا چاہیے
بات چاہے بے سلیقہ ہو کلیم — بات کہنے کا سلیقہ چاہیے

”اس شہر کو کس کی بد دعا ہے“

کلام: رضی اختر شوق

اے صبح امید دیر کیا ہے — اب کتنے دیوں کا فاصلہ ہے
اب کتنی ہے دیر روشنی میں — اب کتنی شبوں کا مرحلہ ہے
ہم ہجر کی رات کے مسافر — اس دشت سے ہم کو کیا ملا ہے
وہ خواب تو جل بجھے ہیں سارے — وہ خیمہ تو راکھ ہو چلا ہے
اب کیسے چراغ کیا چراغاں — جب سارا وجود جل رہا ہے
باہر بھی وہی فضا ہے ساری — اندر بھی مرے وہی خلا ہے
اک دل ہے اور اتنی قتل گاہیں — جو راہ چلو وہ کربلا ہے
وہ دور ہے یہ کہ سننے والا — ہر لفظ کو چھو کے دیکھتا ہے
اتنے جو عذاب اتر رہے ہیں — اس شہر کو کس کی بد دعا ہے

مولانا ابوالکلام پرانی شاعری کے عیوب اور کمزوریوں کو بیان کرتے رہتے تھے۔اور نوجوانوں کو بھی یہ کہہ کر ابھارتے تھے۔

”اے نوجوانو! ادھر آؤ۔ملک اور زبان اردو کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہیں۔پرانی شاعری کو ترک کرو۔عملی دنیا میں قدم رکھو، چبائے ہوئے نوالوں کو کب تک چباؤ گے۔دیکھو مغرب کے خوش رنگ باغوں میں کیسے کیسے خوشنما پھول کھلے ہیں۔ان میں خوشبو نہیں۔تم ان میں مشرق کی خوشبو اور کشش پیدا کرو اور اپنے ملک کو معطر کرو۔“ (معزز قارئین! مولانا ابوالکلام آزاد کو نیچرل شاعری کا بانی مانا جاتا ہے۔)

’’ہوا چلی بھی تو آنکھوں میں دھول بھر گئی‘‘

کلام: اظہرؔ عنایتی

تمام شخصیت اس کی حسیں نظر آئی جب اس کے قتل کی اخبار میں خبر آئی
شریف لوگ چڑھے جب نہیں ہیں کوٹھوں پر تو کس کے ساتھ یہ تہذیب بام پر آئی
گزر کے مجھ کو خد و خال کے سرابوں سے تمام شہر میں بے چہرگی نظر آئی
خموش کیا ہوئی بڑھیا سفید بالوں کی کہانیوں کی کوئی رات پھر نہ گھر آئی
عجیب شخص تھا کچھ دیر گفتگو جو ہوئی دل و دماغ میں اک روشنی اتر آئی
دعائیں مانگ رہے تھے ہوا کی لوگ مگر ہوا چلی بھی تو آنکھوں میں دھول بھر گئی
گلاب ٹوٹ کے بکھرا تھا کل جہاں اظہرؔ اسی مقام پہ خوشبو مجھے نظر آئی

’’ببول بوئے تو کیسے گلاب نکلے گا‘‘

کلام: احسان دانشؔ

جو لے کے ان کی تمنا کے خواب نکلے گا بہ عجز شوق بہ حال خراب نکلے گا
جو رنگ بانٹ کے جاتا ہے تنکے تنکے کو عدو زمیں کا یہی آفتاب نکلے گا
بھری ہوئی ہے کئی دن سے دھند گلیوں میں نہ جانے شہر سے کب یہ عذاب نکلے گا
جو دے رہے ہو زمیں کو وہی زمیں دے گی ببول بوئے تو کیسے گلاب نکلے گا
ابھی تو صبح ہوئی ہے شب تمنا کی بہیں گے اشک تو آنکھوں سے خواب نکلے گا
مرے گناہ بہت ہیں مگر تقابل میں اسی کا لطف و کرم بے حساب نکلے گا
ملا کسی کو نہ دانشؔ کچھ آرزو کے خلاف پس فنا بھی یہی انتخاب نکلے گا

’’جی رہا ہوں مَیں تیرے پیار کے ساتھ‘‘

کلام: مرزا محمد افضل

بات کرتے ہیں اختصار کے ساتھ جو بھی کہتے ہیں اختیار کے ساتھ
آ گیا ربط یار کا موسم کچھ تو گزرے کا وقت ، یار کے ساتھ
جذب باہم ہے رابطہ اپنا کٹ رہی ہے اس اعتبار کے ساتھ
مَیں تیرے جذب سے ہوا مجذوب جی رہا ہوں مَیں تیرے پیار کے ساتھ

تجھ سے بس اک نظر کا ہوں طالب ملتمس ہوں مَیں انکسار کے ساتھ
تُو ہواؤں کے دوش پہ آئے مَیں سراپا ہوں انتظار کے ساتھ

"جو طوفاں کو نگل جائیں وہ بحرِ بیکراں ہم ہیں"

کلام: ثاقبؔ زیروی

امینِ رُوحِ پیغامِ حیاتِ جاوداں ہم ہیں یقیناً آج ناموسِ نبیؐ کے پاسباں ہم ہیں
وہ ہم ہیں جن سے ہے سوز و سرور رونقِ محفل کہ جانِ انجمن ہیں ، انجمن کے رازداں ہم ہیں
سبک سارانِ ساحل ہم سے کیا آنکھیں ملائیں گے جو طوفاں کو نگل جائیں وہ بحرِ بیکراں ہم ہیں
رگوں میں بجلیاں ہیں دینِ یزدانی کی غیرت خش و خاشاکِ باطل کے لیے چنگاریاں ہم ہیں
ہمیں میں آ کے گم ہوتے ہیں زعمِ خام کے جلوے سرِ راہِ جسارت کارواں در کارواں ہم ہیں
یہ بربادی نئی آبادیوں کا پیش خیمہ تھی وگرنہ رزمگاہِ دو جہاں کے رازداں ہم ہیں
ہمارے دم سے ہے ہنگامہء ہستی میں رعنائی یہ کس کم فہم کی رٹ ہے کہ بے نام و نشاں ہم ہیں
بالآخر مضطرب آنکھیں ہماری سمت اُٹھیں گی کہ اب بے خانمانوں کے لیے دارالاماں ہم ہیں
جہاں کو زندگی ملتی ہے ثاقبؔ جس کی آنچوں سے وہ برقِ شعلہ ساماں ، اضطراب جاوداں ہم ہیں

"ہم اپنے سر کو انہی پتھروں سے پھوڑ آئے"

کلام: عبدالمنان ناہیدؔ

ہم اپنے شہرِ گراں خواب کو جھنجوڑ آئے جو رشتہ ہائے محبت تھے ان کو توڑ آئے
جو دوستوں نے بھی اپنے چلائے تھے ہم پر ہم اپنے سر کو انہی پتھروں سے پھوڑ آئے
محبتیں جو کبھی تھیں ، وہ اب رہیں نہ رہیں وفا کا رشتہ ہم اپنے خدا سے جوڑ آئے
تھے رہنما سبھی ہجرت کے راستہ کے نشاں اگرچہ اس میں ہزاروں مہیب موڑ آئے
جو خشک آنکھوں سے رو دیں کبھی ستم زدگاں تو جان لو کہ تمام اشک وہ نچوڑ آئے
جو کارواں چلا چالیس جاں نثار لیے اب اس کی راہِ وفا پر کئی کروڑ آئے
گریز پا تھے جو اس در سے سرکشیدہ کبھی وہ لوگ گزرے ہیں اس در سے سر نیہوڑ آئے
بجا کہ یاد ستاتی ہے ان کی بھی ناہیدؔ وہ بام و در بھی تو پیارے تھے جن کو چھوڑ آئے

۱۸۵۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی جوبلی کے موقعہ پر مولانا ابوالکلام آزاد کو ان کی قابلیت اور سیاسی خدمات کے صلے میں شمس العلماء کا خطاب اور خلعتِ فاخرہ سے نوازا گیا تھا۔ انہی ایام میں مولانا آزاد پنجاب یونیورسٹی کے فیلو بھی مقرر ہوئے تھے۔

بقایا: پاکستان کے دلکش سیاحتی مقامات......!

یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے سیاح یہاں کھنچے چلے آتے ہیں، اور یہاں سے واپس جانے کے بعد بھی ان حسین وجمیل وادیوں کے نظاروں کو مدتوں یاد رکھتے ہیں۔ یوں تو پاکستان دنیا بھر کے سیاحوں کے لیے شروع سے ایک پرکشش مقام رہا ہے، لیکن گزشتہ چند برسوں سے شمالی علاقہ جات میں ملک دشمن عناصر کی جانب سے پیدا کردہ خراب حالات کے باعث یہاں سیاحوں کی آمد میں کمی آئی اور پاکستان کا سیاحتی شعبہ خاطر خواہ ترقی نہ کر سکا تھا۔ مگر اب متعدد فوجی آپریشنز کے بعد پاکستان بھر کے تمام سیاحتی مقامات مکمل محفوظ تصور کئے جاتے ہیں اور سیاحتی علاقہ جات میں جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے۔ جبکہ پاکستان میں سیاحت کے فروغ کے لئے ضروری ہے کہ حکومت پاکستان قدرتی وثقافتی ورثہ تک سیاحوں کو باسہولت رسائی دینے اور سیاحوں کے لئے سہولیات کی فراہمی کے لئے مزید اقدامات کرے۔ سائنسی ایجادات کے اس دور نے جہاں انسانی دماغ کو تھکا کر رکھ دیا ہے وہاں سیاحت انسانی دماغ کی ورزش تصور کی جاتی ہے جو کہ ذہنی تھکاوٹ کو دور کرتی ہے۔ سیاحتی مقامات کے حسین قدرتی نظارے ہمیں قدرت الٰہی سے روشناس کرواتے اور ہمارے ایمان کو مزید پختہ کرتے ہیں۔ سیاحت جہاں علم میں اضافے کا باعث ہے وہاں ہمارے لئے غور وفکر کے نئے دروازے کھولتی ہے۔ آسمان کو چھوتی برف پوش پہاڑی چوٹیاں، خوبصورت آبشاریں، چشمے،، سرسبز پہاڑ اور وادیاں، رومان خیز جھیلیں ہمیں ربِّ رحمٰن کی طرف بلاتی ہیں اور ربِّ قائنات کے بہترین تخلیق کار اور خالق قائنات ہونے کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے پیغام دیتی ہیں کہ یہ تو خالق کی دنیا ہے اس کی جنت کتنی حسین وجمیل ہوگی جو پرہیزگاروں کا ابدالاباد ٹھکانہ ہے۔

بقایا: شمائل نبوی ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت اس خانہ خدا کو 360 جھوٹے خداؤں نے گھیر رکھا تھا لیکن ابراہیمی دعاؤں کی بدولت رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اس ظلم اور جھوٹ کے مٹنے کا وقت آ گیا تھا، چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے خانہ خدا کعبہ تشریف لا کر خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔

مکے میں داخلے کے وقت دنیا نے کمال انکسار کا ایک منظر دیکھا کہ جب اپنی ذات کا معاملہ تھا تو اس فخر انسانیت نے اپنا وجود کتنا مٹا دیا اور اپنا سر کتنا جھکا دیا تھا کہ سواری کے پالان کو چھونے لگا لیکن جب رب جلیل کی عظمت و وحدانیت کی غیرت کے اظہار کا وقت آیا تو نبیوں کے اس سردار (ﷺ) نے ایک ایک بت کے پاس جا کر پوری قوت سے اس پر اپنی کمان ماری، یکے بعد دیگرے ان کو گراتے چلے گئے، آپ بڑے جلال سے یہ آیت پڑھ رہے تھے: جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلَ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوقًا (بنی اسرائیل: 82)، کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور وہ ہے ہی مٹنے والا (بخاری)۔

''میرے لیے ہو بھلا کیوں لہو لہو کوئی اور''

کلام: جمشیدؔ اعظم چشتی

خیال میں ہے کوئی اور روبرو کوئی اور　　مگر ہے باعثِ تکمیلِ آرزو کوئی اور
کھلیں گے آج عجب راز کھڑکیوں کی طرح　　ہوا کا آج ہے موضوعِ گفتگو کوئی اور
کسی کو ڈھال بنانا مجھے پسند نہیں　　میرے لیے ہو بھلا کیوں لہو لہو کوئی اور
میرا گماں بھی ہے محکم، یقیں بھی مستحکم　　مری تلاش میں ہے مجھ سا ہو بہو کوئی اور
نہیں، یہ ذکر میرے سائے کا نہیں جمشیدؔ　　رہا ہے آج مرے ساتھ کوبکو کوئی اور

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on 020 3674 7909

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL 07792998973

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

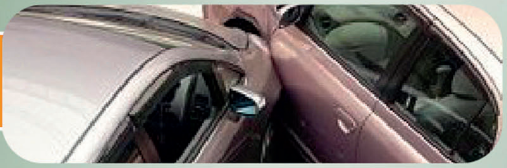

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00
Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973
Email: info@rhacs.co.uk

Welcome to

ZheGerman

Not Just Different But Better

020 3903 7222

Meal Deals

Doner Kebab
£.5.99

Party Pizza
£.19.99

Sides - Fries
£.1.00

Our Menu Dishes

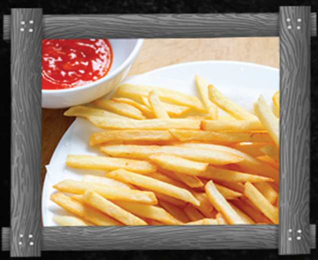

Delivery Starts Only After 5PM

http://zhegerman.co.uk

About Us

Order food online in Morden! It's so easy to use, fast and convenient. Try our new, online website which contains our entire takeaway menu. The Zhe German is located in Morden, London Borough Of Merton. You can now order online, all your favourite dishes and many more delicious options, and have them delivered straight to your door in no time at all.

Here at Zhe German we are constantly striving to improve our service and quality in order to give our customers the very best experience. As a result, we are finally proud to unveil and introduce our latest improvement, our new online ordering website! You can now relax at home and order your favourite, freshly prepared meals from Zhe German, online. You can even pay online!

Zhe German in Morden will always be offering great food at affordable prices. Please feel free to browse our new website and place your order online. Remember to check our new online ordering site to get up to date prices and exclusive special offers, limited to our online customers only! Thank you for visiting Zhe German in Morden, London Borough Of Merton. We hope you enjoy our online ordering website and your food.

Open 7 Days A Week
12.00 PM - 03.00 AM

Free Delivery
Minimu Order £10

Zhe German
63 St Helier Avenue,
Morden London
Borough Of Merton,
SM4 6HY